10/90

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی — القرآن الکریم

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

امن کا اصول

حضرت مولانا محمدؐ اکرم

رب جلیل نے انسان کے اس سوال کا جواب عنایت فرمایا ہے جو ہر دور میں انسانیت کی ضرورت رہا ہے اور جو آج بھی سب سے اہم سب سے بڑا اور سب سے ضروری سوال ہے سوال یہ ہے کہ انسانوں کو دنیا میں رہنے بسنے کے لئے چند بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے چونکہ انسانیت کبھی بھی جنگل کے قانون کے تحت نہیں رہ سکتی جنگل کا قانون یہ ہوتا ہے کہ ہر زبردست ہر کمزور کو چیر پھاڑ کر کھانا اپنا حق سمجھتا ہے اور ہر کمزور کے پاس چھپ کر یا بھاگ کر جان بچانے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اس میں اس کی زندگی پر کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں میں نیشنل جغرافیکل میں ایک مضمون پڑھ رہا تھا لکھا ہے وہ پوری حیات کو اس طرح سے متاثر کرتا ہے کہ ہرن جب بچہ جنتا ہے تو چند سیکنڈ میں وہ بچہ کھڑا ہو جاتا ہے اور چند منٹوں میں وہ بچہ اسی رفتار سے دوڑنے لگتا ہے جس رفتار سے بڑا ہرن دوڑتا ہے لیکن جب شیر کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ مہینوں تک چلنے پھرنے ہلنے جلنے بلکہ ہفتوں تک تو اس کی آنکھ ہی نہیں کھلتی وہ دیکھنے کا تکلف ہی نہیں کرتا وہ آنکھ کھول ہی نہیں سکتا اس کا تجزیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ شیر کو کسی سے مار کھانے کا خوف نہیں ہوتا وہ مارنے والا ہے اس کا اثر اس کی پوری غیر شعوری زندگی تک چلا گیا ہے ہرن کو ہر وقت درندے شکاری کا خوف ہے تو اس کا اثر اس کے نوازائیدہ ان بچوں تک چلا گیا جو ابھی دنیا میں آنکھ کھول رہے ہیں یہ جنگل کا قانون ہے وہاں کوئی کسی کو ملامت نہیں کرتا کبھی کسی درندے کو آپ نے طعنہ دیتے سنا؟ لوگوں کو اگر خبر آئے کہ فلاں درندے نے اتنے جانور مار دیئے تو کوئی کہتا ہے کہ اس نے غلط کیا؟ لوگ کہتے ہیں بھئی تجھے جانوروں کو بچانا چاہئے تھا درندہ تو آخر درندہ ہے یہ قانون شہروں میں بستیوں میں انسانی آبادیوں میں اگر در آئے تو انسان اور اس کی انسانیت دونوں نہیں رہ

سکتے۔

اس کا جواب انسانی معاشرے کے پاس یہ ہے کہ انسانوں نے مل جل کر اپنے معاشرے میں ایک ادارہ تشکیل دیا جسے حکومت کا نام دیا جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ سارے وہ لوگ مل کر جو اس حکومت کے دائرہ کار میں آتے ہیں وہ اپنی کمائی سے پیسہ پیسہ پیٹ کاٹ کر اپنا حکومتی اخراجات کے لئے دیتے ہیں اور اس کے بدلے حکومت ان کی آبرو ان کے مال ان کی جان کے تحفظ کا سامان کرتی ہے اور جنگل کے قانون کو در نہیں آنے دیتی کوئی زبردست کسی کمزور کی عزت نہیں چھین سکتا کوئی طاقتور کسی کمزور کا مال نہیں چھین سکتا کوئی طاقتور کسی کمزور کو قتل نہیں کر سکتا یہ ذمہ داری ہوتی ہے اس ادارے کی جسے تشکیل دیا جاتا ہے۔

لیکن انسانی تاریخ گواہ ہے ادارے بنتے رہے اور جس کام کو روکنے کے لئے ادارے بنائے گئے ان اداروں نے خود وہی کام شروع کر دیا ایک بار نہیں تاریخ انسانی میں ہر موڑ پر آپ کو ایک نیرو بانسری بجاتا ہوا نظر آئے گا تاریخ انسانی میں آپ کو درندوں کی طرح انسان انسانوں کو پکا کر کھاتے بھی نظر آئیں گے آپ کو انسان انسانی خون پیتے نظر آئیں گے آپ کو انسان انسانی سروں سے کھیلتے نظر آئیں گے آپ کو نظر آئے گا کہ انسان نے انسان کے کاسہ سر میں شراب پی آپ تاریخ عالم کے بہت سے تاریک گوشوں میں جھانک کر یہ دیکھ سکیں گے کہ انسانوں نے انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنائے اور تب سے لے کر اب تک انسان قیام امن کے لئے تباہیاں پھیلاتا چلا جا رہا ہے امن قائم رکھنے کے لئے انسان نے بارود ایجاد کیا امن قائم رکھنے کے لئے بندوق بنائی امن قائم رکھنے کے لئے جیٹ بنائے جہاز بنائے توپیں بنائیں بم بنائے ایٹم بم بنائے اب ہائڈروجن بم بنایا اب معاملہ سٹار وار تک چلا گیا ہے کہ یہ کس لئے ہے قیام امن کے لئے؟ پھر بڑی عجیب بات ہے کہ قیام امن کا یہ عجیب تر راستہ ہے یہ کیسا راستہ ہے کہ آپ لوگوں کو امن سکھانے کے لئے ظلم کرتے ہیں آپ لوگوں کو انصاف دینے کے لئے زیادتی کرتے ہیں آپ لوگوں کو محبت دینے کے لئے دشمنی کرتے ہیں یہ کیسی محبت ہے جو دشمنی سے پیدا ہو یہ کیسا انصاف ہے جو ظلم سے جنم لے گا یہ کیسا امن ہے جو تباہی کے راستے آئے گا تو جس طرح منطقی اعتبار سے یہ معاملہ اپنی جگہ فٹ نہیں بیٹھتا اس طرح واقعاتی دنیا میں ابھی انسانی امن اس سے تباہ تو ہوتا رہتا ہے اس سے کبھی امن قائم نہیں ہوتا۔

ہم جب پوری تاریخ انسانی پہ نظر کرتے ہیں اور پھر اس کو ہم اللہ کی کتاب کے پیمانے میں جانچتے ہیں تو امن کا ایک ہی راستہ نظر آتا ہے اور وہ اکیلا راستہ ہے اور وہ ہے جس کا نام ہی اللہ نے اسلام رکھا ہے اسلام میں قیام امن کے لئے کسی کے سینے پہ بندوق رکھنے کی ضرورت نہیں اسلام نے شروع دن آدم سے لے کر عیسیٰ تک ایک ہی طریقہ کار اپنایا اور وہ یہ کہ قیام امن کے لئے بندے کو اس کا بندہ ہونے کا شعور بخشا جائے اور بندے کو یہ سمجھایا جائے کہ تیرا اس کائنات پہ تصرف یا تسلط مناسب نہیں ہے تصرف اور تسلط اس ذات کا ہے جو اس کائنات کی خالق ہے تیرے پاس یہاں عارضی اور لمحاتی قیام کے لمحے ہیں اور اگر تو کروڑوں انسانوں کو تہ تیغ بھی کر دے تو بالآخر تجھے موت کے شکنجے میں اپنی گردن کو دینا ہے تو اس سے بچ نہیں سکے گا اور موت تیری زندگی کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ موت وہ سواری ہے جو تجھے پکڑ کر اس احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑا کر دے گی جو اس کائنات کا مالک ہے اور جہاں تجھے ذمہ داری سے جواب دینا پڑے گا کہ کائنات اس کی تھی مخلوق اس کی تھی بندے اس کے تھے تو انہیں تباہ کرنے

کا اختیار کہاں سے رکھتا ہے اگر تو نے کسی ایک انسان کو قتل کیا تو کیا کسی ایک ذرے کو زندگی بھی دے سکا؟ کسی ایک ادنیٰ سے جانور مچھر اور مکھی کو کبھی ایک لمحہ حیات مہیا کر سکا؟ اگر نہیں تو زندگی چھیننے کا کیا حق حاصل تھا جسے دے نہیں سکا احترام انسانیت کو اسلام اس حد تک لے گیا کہ فرمایا کہ جس نے کسی انسان کو قتل کیا۔
کانما قتل الناس جمیعا

اس کی جواب طلبی یہ نہیں ہو گی کہ اس نے ایک آدمی کو قتل کیا جواب یہ پوچھا جائے گا کہ اس نے انسانیت کو قتل کیا یعنی بعض کا جواب کل کے اعتبار سے لیا جائے گا جیسے اس عمارت کی کوئی دس اینٹیں یا ایک اینٹ اکھیڑتا ہے پوچھنے والا اس سے یہ پوچھے کہ تم نے عمارت کو نقصان کیوں پہنچایا اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ایک بندے کے قتل کا محاسبہ یہ نہیں ہو گا کہ تو نے ایک اینٹ اکھیڑی دی محاسبہ یہ ہو گا کہ انسانیت کی جو عمارت تھی تو نے اس کو نقصان پہنچایا اینٹ تو وہ ہوتی ہے جو سر راہ پڑی ہو جو کسی عمارت میں فٹ ہو جو فرد ہو کسی بہت بڑے طبقے کا تو اس فرد کا جواب اکیلا نہیں بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تو نے اس مخلوق کے اس طبقے کو کیوں نقصان پہنچایا اور یہ بہت مشکل ہو گا صرف اس پر بس نہیں کیا اللہ نے کہ یہ فلاسفی سمجھا دی جائے اگر یہ فلاسفی سمجھانا ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب دے کر فارغ ہو جاتے اگر نبی کو صرف یہ رتبہ ملتا کہ اللہ سے کوئی دوسرا بات نہیں کر سکتا دوسرا حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔

کہ نبی علیہ السلام واسطہ تھا خالق اور مخلوق کے درمیان حصول کتاب کا اور اس نے کتاب لوگوں تک پہنچائی اب لوگوں کا کام ہے اس پر عمل کریں فرمایا نہیں اگر محض کتابوں سے اصلاح ہوتی تو جتنے ادارے لوگوں نے خود مل کر بنائے ہیں ان میں بھی سارے قوانین برے نہیں ہیں چلو آخرت کا تصور نہ سہی ایمان نہ سہی اسلام نہ سہی لیکن لوگوں کے تحفظ کے لئے اور دنیا پر معاشرے میں امن قائم رکھنے کے لئے تو اس میں اصول موجود ہیں اور اچھے بھی ہیں پھر مزے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ خود وہ اصول بناتے ہیں خود بھی ان پر عمل نہیں کرتے تو فرمایا کتاب کا یہ معنی نہیں ہے کہ ایک قانون کی کتاب دے دی گئی بلکہ مختلف انبیاء مختلف طبقوں میں مختلف زمانوں میں تشریف لاتے رہے بالآخر ایسا عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوا جس کی بعثت نے پوری انسانیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نئی کتاب اور نئی نبوت سے مستغنی کر دیا اب یہ کیسی عجیب کتاب تھی کہ جو ایک بندے پر اتری ایک زبان میں نازل ہوئی ایک قوم کے افراد سب سے پہلے اسے سننے والے تھے لیکن اس نے ایسے ابدی دائمی اور وسیع قوانین دئے کہ بلا تمیز رنگ و نسل بلا تفریق موسم اور بلا تفریق جغرافیائی سرحدات پوری انسانیت کے لئے وہ قابل عمل تھے اس نے ایسی میانہ روی اختیار کی کہ صحرائے عرب کا باسی اگر اس پر عمل کر سکتا ہے تو نارتھ پول کے برفستانوں میں رہنے والا بھی اس پر اس طرح سے عمل کر سکتا ہے اگر مشرق بعید کا ایک فرد اس پر عمل کر سکتا ہے تو مغرب کے دور افتادہ ممالک میں رہنے والا اس وقت اور اسی طرح اس پر عمل کر سکتا ہے یہ کتنی عجیب بات ہے۔

اور اس کے ساتھ ایک فلسفہ دیا یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی انسانیت ان کے مزاجوں میں فرق ان کے موسموں میں فرق ان کی غذاؤں میں فرق ان کی سوچ میں فرق ان کے رنگوں میں فرق ان کے قد کاٹھ میں فرق ان کی تعلیم اور ان کے عقل میں فرق ان کے سوچنے کے انداز مختلف تو یہ کیسے ممکن ہے فرمایا اس میں نرے الفاظ نہیں اگر صرف الفاظ ہوتے تو وہ اذہان تک

جاتے ہر ذہین اپنی قومی پس منظر کے مطابق اس لفظ کو سوچتا اور سمجھتا پانی ایک ہے اس کی تاثیر بھی ایک ہے لیکن آپ جب کسی برف پوش چوٹی پر کھڑے ہوئے یا وہاں بسنے والے لوگوں کو پانی کہتے ہیں تو اس کا اثر کچھ اور مرتب ہوتا ہے لیکن اسی پانی کا نام جب آپ کسی تپتے ہوئے صحرا میں لیتے ہیں تو اسی لفظ کا اثر بالکل مختلف مرتب ہوتا ہے آپ سوچیں اگر ہم کسی برفانی چوٹی پہ کھڑے ہوئے کسی کو یہ مژدہ سنائیں کہ میرے پاس بڑا ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہے تو وہ بھی انسان ہے پانی اس کی ضرورت بھی ہے لیکن اس موسم اور جگہ کے اعتبار سے وہ ہماری طرف شاید دیکھنا بھی گوارا نہ کرے "ہے تو کیا ہوا یہاں تو ٹھنڈے پانی کے پہاڑ بنے ہوئے ہیں تمہارے پاس ہے ایک بوتل تو ہو گی" لیکن یہی بات جب ہم ٹھرکتے تپتے ہوئے صحرا میں کسی سے کہتے ہیں کہ میری گاڑی میں ایک تھرماس ٹھنڈے پانی کا بھی ہے تو ہو سکتا ہے وہ اپنا سارا کچھ بیچ کر ہم سے ایک گلاس پانی لینے کے لئے ہماری منت کرے۔

اسی طرح سے اگر اس کتاب میں صرف الفاظ ہوتے تو اس کی تاثیر جو مکہ مکرمہ میں تھی چین میں مرتب نہ ہوتی جو صحرائے عرب میں تھی وہ یورپ کے نخلستانوں میں اور سبزہ زاروں میں مرتب نہ ہوتی اس کا جو مفہوم اس پہاڑی علاقے کے لوگ سمجھتے وہ صحرائی نہ سمجھتے ہر شخص اپنی عقل کے مطابق سمجھتا لیکن اللہ کریم نے فرمایا نہیں ایسی بات نہیں ہے اس میں ہم نے وہ بنیادی طاقت رکھ دی ہے جو دلوں کو روشن کر دیتی ہے اور انسان محض قوت حیوانیت سے نہیں انسان انسانی ناطوں سے دیکھنے لگ جاتا ہے انسان محض حیوانی ضروریات پہ نہیں سوچتا بلکہ انسانیت کے بلند منصب پہ کھڑے ہو کر سوچتا ہے اس میں وہ بات ہے۔

كِتٰبٌ

یہ بہت عجیب کتاب ہے ایسی کہ اسے جب کتاب کہا جائے تو اس کے مقابلے میں کسی دوسری کتاب کو کتاب کہنا بھی مناسب نہیں یہی قرآن حکیم کا ایک عجیب انداز ہے کہ روئے زمین پر ہر لکھنے والا چند سطور لکھ کر چند صفحے جمع کر کے کتاب کا نام دے دیتا ہے لیکن در حقیقت کائنات میں کتاب صرف یہ ہے جسے حقیقی کتاب کہنا چاہئے۔

اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہم نے آپ پر نازل کیا ہے ساری انسانیت کے لئے لیکن نازل ایک ہستی پر ہو رہی ہے یہ عجیب بات ہے کہ سارے انسانوں کے لئے ہے تو ایک شخص کے ساتھ مقید کیوں فرمایا اس لئے کہ

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

کہ یہ تو لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور سے آشنا کر سکتا ہے یہ قوت ہم نے تیرے قلب اطہر میں ودیعت فرمائی ہے تیرے سینہ اطہر میں ودیعت فرمائی ہے یہ تیرے نور نبوت کا کمال ہے نبوت صرف کتاب وصول کرنے کا نام نہیں بلکہ کتاب کے مفاہم کو قلوب میں رچانے اور بسانے کا نام ہے نبوت صرف اس لئے نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رب سے بات کرے نبوت اس لئے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انسان کے اس ضمیر سے بات کرے جو دل کی تہوں کے اندر ہے اس سوچ سے بات کرے جو اس کے نہاں خانہ دل میں اٹھتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی اس فکر کو گرفت میں لے لے جو ساری کائنات سے چھپ کر اس کے نہاں خانہ دل میں نمو پاتی ہے اور اگر وہاں تاریکیاں ہیں سب سے بڑی ظلمت سب سے بڑا اندھیرا سب سے بڑی تاریکی کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس روز روشن میں سورج کو دیکھ نہ سکے سورج کی دھوپ کو محسوس نہ کر سکے دن کے اجالے کو

نہ دیکھ سکے تو کیا یہ اندھے پن کی انتہا نہیں ہے آپ جانتے ہیں ڈاکٹر جس آنکھ کو کھولنا چاہتے ہیں یا اپریشن کرنا چاہتے ہیں تو آدمی کو سائے میں کھڑا کرتے ہیں پھر اس کو نکال کر دھوپ میں کھڑا کرتے ہیں پوچھتے ہیں کوئی فرق نظر آیا "کوئی سمجھ نہیں آئی کوئی فرق نہیں لگتا" "اچھا تو اس کی آنکھ کا اپریشن ہو گا" اس کا مطلب ہے کہ بالکل اپنی اس بینائی سے محرومی کی انتہا کو پہنچ گیا سورج کو دیکھنا یہ بھی کم تر ہے اس ذات کی جلوہ نمائیوں کے مقابلے میں جو کائنات کے ہر ذرے سے جھانکتا ہے جس کا حسن ہر تنکے میں ہے اور جس کا جمال ہر پتے میں ہے جس کا رخ روشن ہر چہرے میں ہے جس کی ذات کی قدرت و طاقت ہر طاقت کے پیچھے کار فرما ہے اور جس کی دی ہوئی قوتیں کائنات میں رنگ بکھیرتی ہیں ہر رنگ اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

کتنا عظیم خالق ہے وہ کہ اپنے سارے علوم کے باوجود انسان صرف یہ تک نہیں سمجھ سکتا کہ ایک لمحے میں کتنے تنکے گھاس کے اگتے ہیں کتنے پتے پھوٹتے ہیں کتنے شگوفے کھل کر پھول بنتے ہیں کتنی کلیاں چٹکتی ہیں کتنے پھل لگتے ہیں اور کتنے بیج اگتے ہیں کتنی فصلیں پکتی ہیں کتنے انسان پیدا ہوتے ہیں کتنے حیوان کتنے چرند کتنے پرند کیا کچھ تبدیلیاں ایک لمحے میں آتی ہیں انسان نہیں گن سکتا کتنی فنا ایک آن میں آتی ہے کتنے پتے گرتے ہیں کتنے درخت پھوٹتے ہیں کتنی چٹانیں لڑھکتی ہیں کتنی زمینیں ویران ہوتی ہے کتنے انسان مرتے ہیں کتنے حیوان مرتے ہیں کتنے ذرے ریت کے اڑ کر کہاں جا کر گرتے ہیں انسان کبھی سمجھتا یہ کون کرتا ہے وہی جو چاہتا ہے کہ انسان مجھ سے واقف ہو مجھے دیکھے مجھے سمجھے مجھے جانے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ تخلیق انسانیت کا مقصد ہی یہ ہے اللہ کریم فرماتے ہیں کنت کنز مخفی میں ایک خزانے کی طرح ساری کائنات کی سوچوں سے بلند و بالا دور تک کوئی میری طرف میری ذات کی طرف میری صفات کی طرف جھانکنے سوچنے کی قوت نہیں رکھتی تھی مخلوق

اَحبَبتُ اَن اُعرَفُ

میرا جی چاہا کوئی میرا جاننے والا تو ہونا چاہئے کوئی میرے لئے بھی بے قرار ہو کبھی کوئی میرے لئے تڑپا کرے کبھی کسی کے سینے میں بھی میرے لئے ہوک اٹھے کبھی کسی درد بھرے دل سے میری یاد میں بھی آہ نکلے کوئی آنکھ میری تلاش میں بھی واہو کوئی کلیجہ میرے ہجر میں بھی جلا کرے کچھ قدم ایسے بھی ہوں جو کائنات کو ٹھکرا کر میری طرف بڑھنے والے ہوں کچھ ہاتھ ایسے بھی ہوں جو دولت اور جواہرات کو چھوڑ کر میرے دامن تک بڑھنے کی کوشش کریں کوئی آنکھ میرے انتظار میں کھلی رہے کوئی زبان میرے نام سے تر ہو کوئی دل میری یاد سے آباد ہو کوئی تو ہو میں نے یہ چاہا کہ کوئی تو مجھے بھی پہچانے کوئی میرا چاہنے والا کوئی میرا طالب کوئی میرا جاننے والا کوئی میرا آشنا کوئی میرا واقف بھی تو ہو اور جب میں نے یہ پسند فرمایا

خلقت الخلق

تو میں نے انسانیت کو پیدا کر دیا انسانوں کو یہ شعور یہ قوت بخشی یہ طاقت بخشی کہ وہ مخلوق سے بالا تر ہو کر تخلیق کے حجابات کو ہٹا کر اس کی جلوہ فرمائیاں اور جلوہ نمائیاں اور بزم آرائیاں دیکھے جس نے اپنے رخ روشن کے آگے یہ حجابات لگا رکھے ہیں۔

تو جب کوئی اس سے آشنا نہیں ہوتا تو سب سے بڑی تاریکی میں تو وہ بے نصیب ہے۔

وہ تو انسانی شعور سے بہت بلند انسانی عقل کی گرفت سے بہت دور انسانی علم کی رسائی سے بہت بالا مثال سے پاک تو انسان اسے کیسے سمجھے گا فرمایا ساری

بات اسی نقطے میں ہے یہ ایک بندہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مینار نور ہے کہ اگر تم نے سے پہچان لیا تو مجھے پہچان لو گے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ

اللہ وہ ہے سارا تعارف اپنا یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ مجھے اس حوالے سے پہچانو کہ اس عظیم ذات کا محبوب بھی ہوں خالق بھی ہوں مالک بھی ہوں رب بھی ہوں پرور دگار بھی ہوں اور جو اس کا خالق ہے جس تخلیق کو سمجھنے سے انسانی علوم قاصر ہیں وہ خالق کن قدرتوں کن عظمتوں کا مالک ہو گا اور یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی جب لوگوں نے پتھر پھینکے اور وجود اطہر زخمی ہو گیا نعلین مبارک خون سے بھر گئے غضب الٰہی جوش میں آیا ملک الجبال وہ فرشتہ جو پہاڑوں پہ متعین ہوتا ہے حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں میں یہ پہاڑ اٹھا کر اس طائف کی آبادی پہ الٹ کر ڈال دوں تو آپ نے اسے جواب دینے کی بجائے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے وہ جو کسی نے کہا ہے۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
(تو تو کریم ہے تیرا رسول بھی کریم ہے)
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم
(ہمارا معاملہ دو کریموں کے درمیان آگیا)

کیا عجیب اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جنھوں نے پتھر مارے ان کی وکالت فرما رہا ہے اور فرماتا ہے اللہ ان سے درگذر فرما اس لئے نہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے یہ قابل گرفت نہیں ہے

فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

بلکہ اس لئے کہ مجھے نہیں پہچانا اگر یہ مجھے پہچان لیتے تو میرے قدموں میں جان نچھاور کرتے مجھ پر پتھر نہ پھینکتے لیکن انہوں نے مجھے پہچانا نہیں ہے اور اگر تجھے ان کی اس حرکت پہ جلال آیا ہے تو اللہ اپنے جلال کا رخ اس طرف پھیر دے کہ ان کی آنکھ کھول دے اور انہیں میرا جمال دکھا دے۔

انہیں ہدایت دے دے نور بصیرت عطا کر دے ان کے دلوں کے تالے کھول دے تو میرا جمال انہیں دکھا دے کہ یہ میرے در پہ فریفتہ اور فدا ہو کر آ جائیں احد میں ایک صحابی زخمی ہوئے مرہم پٹی کے لئے خیمے کی طرف لے کر گئے تو انہوں نے فرمایا مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو واقعات احد میں موجود ہے صحابہ کرام اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے تو انہوں نے فرمایا کہ "مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس حال میں رکھ دو زمین پر کہ میرا رخسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر ہو" انہوں نے رکھ دیا دنیا میں آخری بات جو اس شخص کے منہ سے نکلی وہ یہ تھی وہ کہہ سکتا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائے میں اچھا ہو جاؤں کیونکہ اسی جنگ میں لوگ اچھے ہوئے ایک صحابی کو تلوار کا زخم آیا ایک آنکھ کٹ کر الگ ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک سے آنکھ کو واپس رکھ دیا ٹھیک ہو گئی ایک اور واقعہ میں ایک صحابی کی پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی کعب بن اشرف کو قتل کر کے لوٹا تو چھلانگ لگائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک لگا کر دیکھا یہ تو ثابت ہے دیکھا تو ثابت تھی پھر ثابت رہی ساری عمر۔

وہ بھی کہہ سکتا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم مجھے زندگی مل جائے میرے بچے ہیں میرے بیوی ہے میرا گھر ہے نہیں قدم اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پہ رخسار رکھ کر پوچھا اس نے کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں مر جاؤں تو میں بھی شہید ہوں" فرمایا بے شک

اور یہی آخری جملہ تھا جو انہوں نے ادا فرمایا کیوں اس لئے کہ انہوں نے پہچان لیا تو پتہ چلا کہ کتاب میں سارے مسائل کا حل موجود ہے کتاب انسان کو تمام ظلمتوں سے نکل کر نور کی طرف لے جانے کی اہلیت رکھتی ہے شرک سے نکل کر توحید کی روشنی میں کفر سے نکل کر ایمان کی روشنی میں حسد اور تکبر سے نکل کر عجز و نیاز کی روشنی میں لالچ اور حرص و ہوا سے نکل کر استغنا کی روشنی میں ظلم اور جور کی تاریکیوں سے نکل کر عدل و انصاف کے اجالے میں لانا یہ اس کتاب کا کام ہے لیکن از خود نہیں۔

یہ کام اس ہستی سے کروانا پڑتا ہے جس کی اس پر ذمہ داری لگائی گئی ہے اللہ کی طرف سے کِتٰبٌ کتاب تو ہے ہی یہی باقی تو سب نام ہیں کتابوں کے یہی کتاب ہے ایک کائنات میں اسی جیسی کوئی دوسری کتاب نہیں اے حبیب آپ پر ہم نے نازل کی اس لئے
لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
کہ یہ تیرا منصب عالی ہے کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکل کر نور میں اور روشنی میں کھڑا کر دے وہ تاریکی بڑی ہو اللہ سے عدم ایمان کی تاریکی ہو تو اسے معرفت باری میں بدل دے کفر کی تاریکی ہو تو اسے نور ایمان میں بدل دے جور اور ظلم کی تاریکی ہو تو اسے عدل و انصاف میں بدل دے جہالت کی تاریکی کو علم کی شمعوں سے روشن کر دے حسن اور تکبر کی تاریکی کو عجز و نیاز کے سجدوں سے روشنی عطا کر دے اور انسان انسانوں کی طرح رہنے کے قابل ہو جائے یہی وجہ ہے جس پر اہل اللہ اصرار کرتے ہیں۔

کہ صرف کتاب کا باقی رہنا اور دلوں کو روشن کرنے والے اس فن کا باقی نہ رہنا یہ مناسب نہیں ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب تو جہان کو دے دی لیکن دلوں کی روشنی انہی دلوں کو نصیب ہو سکی جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی بعد میں یہ سارا سلسلہ ختم ہو گیا تو اگر وہ اصل چیز ہی نہ رہی جس کے ذریعے سے کتاب اور صاحب کتاب اور کتاب کے نازل کرنے والے عظیم رب کی معرفت نصیب ہوتی تھی تو انسان تو پھر اسی سٹیج پر چلے گئے جس پر آج ہم ہیں کہ ایک گھر میں دس دماغ ہیں تو وہاں دس مذہب ہیں ہر شخص اپنی عقل سے اس کا ترجمہ کرتا ہے اور سب کے پاس قرآن کی دلیل ہے ایک گاؤں میں پانچ سو آدمی بستے ہیں تو پانچ سو عقیدہ بھی وہاں گھسا ہوا ہے اور ہر ایک کے پاس قرآن کی دلیل ہے ہمارے ملک میں آبادی کم اور فرقے زیادہ ہیں اس لئے کہ ہر ایک کے پاس عقل سے تراشی ہوئی ایک دلیل ہے۔

کیوں؟ کبھی آپ صاحب دل لوگوں کو دیکھیں تو ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ عقل سے نہیں دل کی اس روشنی سے پرکھا کرتے ہیں جو اس کتاب کا کمال ہے تو یہی کمال جس نے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے والے کو شرف صحابیت بخشا صحابہ کے پاس بھی تھا کہ ان کی خدمت میں بیٹھنے والے کو شرف صحابیت نصیب ہو گیا ایک ملنے ملانے سے کیفیت منتقل ہو گئی۔

بلندی درجات کا معیار ہوتا ہے اعمال پر اعمال صالحہ ہوتی ہیں اللہ کی عبادات یا فرائض کی ادائیگی معاشرے میں انصاف کرتے ہیں آپ پڑھتے پڑھاتے ہیں نیکی کرتے ہیں نیکی سکھاتے ہیں نیکی پھیلاتے ہیں سجدے کرتے ہیں فرائض و نوافل ادا کرتے ہیں تسبیحات پڑھتے ہیں ترقی ہوتی ہے درجات کی لیکن ان سارے مجاہدوں سے کوئی صحابی بن سکا؟ صحابی بننے کے لئے اس نگاہ کی ضرورت پیش آئی جو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تقسیم ہوتی ہے تو بڑے مزے کی

بات کی تھی کسی نے ۔ من سی پارۂ دل می فروشم۔ میں اپنے دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں چھابڑی والے صدا لگاتے ہیں تو کوئی کچھ بیچتا ہے تو کوئی کچھ بیچتا ہے کوئی فروٹ کوئی کھلونے تو اس نے بھی صدا لگائی "من سی پارہ دل می فروشم" میں اپنے جگر کے ٹکڑے دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں

بگفتہ قیمتش گفتم نگاہے

وہ خود ہی کہتا ہے "محبوب نے پوچھا کتنے میں دو گے تو میں نے کہا ایک نگاہ" تو انہوں نے کہا بھائی مول تول میں تو چھوٹ ہوا کرتی ہے جو مانگو وہی قیمت ملتی نہیں **بگفتہ** کم ترش انہوں نے کہا اس سے کچھ گھٹاؤ گفتم کہ گاہے انہوں نے کہا زندگی میں اک نگاہ سہی میں کوئی روز کا مطالبہ تو نہیں کرتا کبھی زندگی میں اک نگاہ سہی میں تو اس پر بھی بیچ دوں گا وہ اک نگاہ جسے نصیب ہو گئی وہ جنگلی بدوی نااہل جاہل مشرک کافر ظالم شرابی فاسق فاجر چور اور ڈاکو تھا لیکن وہ صحابی بن گیا اور کوئی بڑے سے بڑا عابد اپنے آپ کو اس منصب قرب الٰہی پر نہ لے جاسکا جب تک اسے وہ نگاہ نصیب نہ ہوئی۔

اسی لئے قرآن حکیم نے قرآنی تعلیمات کی ترتیب رکھ دی ہے

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

دعوت دیتا ہے ہے انہیں اللہ کی آیات کی تلاوت کی طرف سب کو سناتا ہے اللہ کی آیات جو قبول کرتے ہیں ان کے دلوں کو پہلے جلا بخشتا ہے ویزکیھم اور جب دل جلا پکڑتا ہے تو پھر **یعلمھم الکتب والحکمتہ** پھر اسے کتاب کے مفاہیم تعلیم فرماتا ہے اور اسے حکمت و دانائی تعلیم فرماتا ہے اگر قلوب کا تزکیہ نہ ہو اگر قلوب میں نورانیت نہ آئے اگر قلوب کو صاف نہ کیا جائے اگر قلوب روشن نہ ہوں تو قرآن کے ہر لفظ کا نیا معنی نکال کر نیا فرقہ بنانا کوئی بڑی بات نہیں اور یہی ہوتا ہے اور یہی ہو رہا ہے۔

عجیب بات ہے روئے زمین کے مسلمان متفق ہیں کہ اللہ ایک ہے روئے زمین کے مسلمان متفق ہیں کہ کتاب ایک ہے روئے زمین کے مسلمان متفق ہیں کہ قبلہ ایک ہے روئے زمین کے مسلمان متفق ہیں ہے رسول ایک ہے اب اتنے اتفاقات کے بعد الگ فرقوں کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے ؟ کہ جس طرف سجدہ کرنا ہے وہ سمت بھی ایک ہے جس ذات کو کرنا ہے وہ ذات بھی ایک ہے جس کے کہنے پر کرتا ہے وہ رسول بھی ایک ہے جس کتاب کے مطابق کرنا ہے وہ کتاب بھی ایک ہے تو ہر سجدہ الگ سمت کو کیوں ہو رہا ہے؟ ہر دل کا قبلہ جدا کیوں ہے؟ اس لئے کہ ٹھوکر لگی انسانوں کو اور انہوں نے اپنی عقل سے، بھول کر دلوں کو چھوڑ کر، محض دماغ سے، کتاب کو سمجھنا چاہا اور یہ نسخہ تھا دل سے سمجھنے کا اپنے زور علم سے جاننا چاہا اور یہ کام تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے کا تو اس کا نتیجہ کیا ہے؟

صحرائے عرب کے چند وہ خوش نصیب جو کبھی بدو کہلاتے تھے جاہل اور ظالم اور ڈاکو کہلاتے تھے جب نور اسلام سے ان کے سینے منور ہوئے تو روئے زمین پر انسانیت کو انہوں نے درس سلامتی دیا پیغام سلامتی دیا اور ہر ظالم کا ہاتھ وہ دنیا کے کسی گوشے میں تھا مظلوم پر سے ظلم کرنے سے روک دیا کتنی عجیب بات ہے کہ کافروں کو بھی اگر امان ملی تو انکے سائیہ عاطفت میں کسی کافر کی بھی آبرو محفوظ تھی تو ان کی قلمرو میں کسی کافر کا مال اور جان محفوظ تھی تو ان کی قلمرو میں اور ان کی سلطنت کے زیرے سایہ کیسے عجیب لوگ تھے کہ کافر کو تلوار اٹھا کر پہرہ دینے کی زحمت نہیں کرنا پڑتی تھی صرف حکومت اسلامی میں پناہ لینا پڑی ہر حق اس کا محفوظ تھا۔

اور آج اپنے تمام دعویٰ اسلام کے ساتھ ہمارے ہاتھوں سے مسلمانوں کا خون ٹپکتا ہے ہماری زبانوں پہ ہمارے بھائیوں کا خون لگا ہے ہمارے دامن مظلوموں کے دامن سے تر ہیں ہماری آبادیوں سے شعلے بھڑکتے ہیں اور ہمارے گھروں سے چیخیں نکلتی ہیں یہ انسانیت تک نہیں ہے اسے آپ مسلمانی کیسے کہتے ہیں؟ یہ تو بربریت ہے یہ تو وحشت ہے یہ تو درندگی ہے یہ تو جنگل ہے اور جنگل کا قانون بھی اتنا ظالم نہیں ہوتا جنگل کا درندہ بھی بھوک سے بے تاب ہو کر شکار کرتا ہے جب بھرا ہوا پیٹ ہوتا ہے درندے کا تو اس کے گرد ہرن چرتے رہیں تو بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا پھر جب بھوک لگتی ہے شکار کرتا ہے سب سے موذی جانور ہے سانپ ایک دن اس کا پیٹ بھر جائے تو مہینوں وہ پڑا سوتا رہتا ہے مینڈک جیسے کمزور جانور اس کے اوپر سے اچھلتے رہیں تو دیکھتا تک نہیں جب اگلی غذا ہضم ہوتی ہے بھوک ستاتی ہے تو پیٹ بھرنے کے لئے کسی کا خون کرتا ہے لیکن یہاں انسان تو قہقہہ لگانے کے لئے کلاشنکوف چلاتا ہے تماشہ دیکھنے کے لئے گردنیں اڑاتے ہیں عیش کرنے کے لئے گھروں کو لوٹتے ہیں اور رعب جمانے کے لئے بستیوں کو جلا دیتے ہیں تو یہ جنگل کا قانون بھی نہ ٹھہرا یہ تو درندوں سے بھی بات بڑھ گئی اور اپنے سارے تقدس اپنی ساری نیکی ساری محبت سارے دعویٰ عشق اور ساری مسلمانی کے دعوؤں کے باوجود ہم پھر بھی امن تلاش کرتے پھرتے ہیں جمہوریت میں اسلام کے دامن میں ہمیں آنے کی پھر بھی توفیق نہیں ہوئی وہ جمہوریت جو مغرب نے دی ہے وہاں کبھی انصاف نہیں پنپتا ملمع سازی ہر طرف ہے منافقت ہر طرح کی ہے جو جھوٹ کو ڈپلومیسی اور منافقت کو سیاست کہتے ہیں کم از کم مسلمانکو تو چاہیے تھا کہ اپنے گھر کو لوٹتا وہ مسلمان جسے دوسروں کو امن دینے کی ذمہ داری تھی اس کا اپنا خون جلتا ہے گھر جلتا ہے اولاد جلتی ہے اور وہ تماشہ دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

جس طالب علم کے سینے سے گولی نکلتی ہے تو کیا میرا آپ کا وہ کچھ نہیں لگتا ہمارے بچے اس کے ساتھ سکول نہیں جاتے وہ ہمارا بھی اس طرح کا بچہ ہے کسی غریب کو گولی لگتی ہے تو ہمارا بھائی ہمارا خون ہمارا اس کے ساتھ کوئی ایمانی رشتہ نہیں ہے یعنی جن بچیوں کی چیخیں نکلتی ہیں کیا وہ ہماری بچیاں اسلام کی بچیاں نہیں ہیں راجہ داہر کی ستائی ہوئی ایک یتیم بچے کی چیخ نے تو انسانی تاریخ بدل دی اور صحرائے عرب سے اٹھ کر چین تک مسلمانوں نے ہر مظلوم سے ظالم کے ہاتھ کو روک دیا کرتے توڑ دیا کرتے تھے جو ہاتھ ظلم سے باز نہیں آتا تھا مظلوموں کے لئے ابر رحمت تھے اور ظالموں کے لئے برق تپاں بن جاتے تھے آج وہ مسلمان اپنے بچوں کی لاشوں کو دفن کرنے سے قاصر ہے اپنی بیٹیوں کا تن ڈھانپنے سے مجبور ہے اپنی آبرو کو بچانے سے بے بس ہے کیوں؟ بڑی سادہ سی بات ہے۔

شاید اپنے دعوی اسلام کے باوجود وہ مرکز اسلام سے دور ہے اپنے دعویٰ اسلام کے باوجود مسلمان شاید مسلمان رہا نہیں جو پانی پیاس نہ بجھائے جو کھانا بھوک نہ مٹا سکے جو پھل سیری نہ دے سکے جو سورج روشنی بکھیرنے سے قاصر ہو جو ہوا حیات آفریں نہ ہو اسے آپ کیا کہیں گے اس کو سورج اس کو ہوا اس کو پانی اس کو کھانا اس کو پھل کہیں گے؟ تو مسلمان اسلام کی ساری صفات سے عاری ہے اسے مسلمان کہنے میں اور حقیقت میں بڑا فاصلہ ہے۔

ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں میں وہ جرم نہیں کرتا میں تو کم کرتا ہوں دوسرا زیادہ کرتا ہے لیکن ایک جرم سب کرتے ہیں میں بھی اور آپ بھی وہ جرم یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کے لئے دوسروں کی طرف دیکھتے رہتے ہیں وہ اپنی اصلاح کرے گا تو میں بھی کر لوں گا نتیجہ یہ ہے کہ ساری قوم کا کوئی فرد نہیں کرتا۔

ایک دفعہ کسی حکمران سے کسی شہزادے نے یہ سوال کیا کہ آپ اتنی بڑی ریاست کے مالک اتنی بڑی

سلطنت کے شہنشاہ کابل سے بنگال اور ہملہ سے دکن تک پھر چھوٹے چھوٹے کام کے پیچھے آپ بنفس نفیس لگے ہوئے ہوتے ہیں کہ فلاں بھی ہونا چاہئے آپ کا کام ہے آپ نے حکم دیا فارغ ہو گئے شہنشاہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے کاموں کی فکر کرے کبھی حاجب سے پوچھے کبھی دربان سے کبھی وزیر کو بلائے کبھی امیر کو کبھی اس داروغہ کو طلب کرو کبھی کوتوال کو بلاؤ یہ ہوا ہے یا نہیں ہوا اس کی کیا ہے یہ تو شہنشاہیت کے خلاف ہے آپ کا کام ہے آپ نے حکم دے دیا اور بات ختم وہ کام مکمل ہوا ہونا چاہئے اس نے کہا آج ایسا کرو میری طرف سے حکم دے دو کہ تمام امرائے دربار شاہی حوض میں رات کو ایک دوسرے کی آنکھ بچا کر ایک ایک گلاس دودھ کا ڈالیں گے حوض خالی کر دیا گیا تو حکم دے دیا گیا کہ سب امیر ایک دوسرے کی نظر بچا کر رات کی تاریکی میں ایک ایک گلاس ڈالیں گے جس طرح شہزادے کا خیال تھا اس طرح سے حکم دے کر اسے کوئی فالو اپ نہیں دیا گیا دوسرے دن دیکھا گیا تو اس میں ایک قطرہ دودھ بھی نہیں تھا اب سب حیران سب پشیمان سب کو پسینہ آ رہا ہے بادشاہ نے شہزادے کو بلا کر بتایا پتہ ہے اس میں دودھ کیوں نہیں؟ صرف اس لئے کہ ہر ایک نے سوچا ایک گلاس میرے نہ ڈالنے سے کیا فرق پڑے گا کون بتائے گا کہ اس میں ایک گلاس کم ہے بھرا ہوا تو ہو گا اور سب اسی پر رہے کسی نے بھی نہیں ڈالا اس نے کہا اگر میں اس کو فالو نہ کروں گا تو تیری یہ سلطنت دنوں میں اجڑ جائے گی شہنشاہیت حکم دینے کا نام نہیں شہنشاہیت کام کرنے کا نام ہے۔

ہمارا اسلام اس شہزادے کا اسلام ہے کہ ہم کہہ دیتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور باقی سارا کام اٹومیٹکلی از خود ہو جائے گا لیکن اسلام اس عمل کا نام ہے جس کے لئے ہم کمربستہ ہو جاتے ہیں اسلام اس مشنری جذبے کا نام ہے جس کے لئے ہم اٹھ کر چل دیتے ہیں اسلام اس درد کا نام ہے جو ہمیں بے قرار کر کے میدان عمل میں لے آتا ہے کرنے اور کر گذرنے کا نام اسلام ہے انتظار کا نام اسلام نہیں۔

اور ہر آدمی اگر سورج جتنی روشنی نہیں بکھیر سکتا تو دیئے کی طرح ٹمٹما تو سکتا ہے جانتے ہو اگر دیا اس بات پر بجھ جائے کہ روشنی تو سورج کا کام ہے تو غریبوں کے گھر تو بے چراغ ہو جائیں ہم نے یہ سمجھا کہ اسلام پیروں نے پھیلانا ہے ہم نے یہ سمجھا کہ اسلام تو علماء نے پھیلانا ہے ہم نے یہ سمجھا کہ اسلام تو بڑے بڑے علاقوں کا مذہب ہے نہیں بھائی اسلام میں نے پھیلانا ہے اسلام تو نے پھیلانا ہے یہ میری اور تیری ذمہ داری ہے اسلام ہر مسلمان کا مذہب ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ اگر تمہیں میرا ایک جملہ پہنچے اسے میری طرف سے دوسرے کو بَلِّغُوا عَنِّی تم میرے قاصد ہو میری طرف سے دوسرے کو پہنچا "ولو کان آیۃ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تمہیں ساری زندگی میں میرا ایک جملہ پہنچے جہاں تک پہنچا سکتے ہو پہنچاؤ کہ تم میرے قاصد ہو میری طرف سے پہنچاؤ۔

تو ہم جس انتظار میں ہیں کہ فلاں توبہ کرے گا تو میں بھی کر لوں گا فلاں اصلاح کرے گا تو میں بھی کر لوں گا فلاں اپنے آپ کو بدلے گا تو میں بھی بدل لوں گا نہیں بھائی کسی کا انتظار نہیں کرو اپنے آپ کو بدلو جہاں ہو اور جتنے بدل سکتے ہو یہ تبدیلی مجھ سے آپ سے ہم سے پھیلتی ہوئی اللہ کرے عالم اسلام میں پہنچے اور عالم انسانیت کو پناہ دینے کی توفیق نصیب ہو نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ انسانوں کو آپ کے سایہ عاطفت میں آپ کی گھنی چھاؤں میں دم لینے کی فرصت نصیب ہو اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے

(۱۵ جون ۱۹۹۰ - دارالعرفان)

انسان کی منزل

حضرت مولانا محمدؐ اکرم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بھی کفار کا یہ خیال تھا کہ اللہ کا رسول اگر مبعوث ہو [illegible] عام انسانی اقدار عام انسانی معاشرے سے ہٹ کر [illegible] الگ طرز حیات چاہیے جو مافوق الفطرت ہو جس [illegible] آدمی کی رسائی نہ ہو اس طرح کی اس کی زندگی [illegible] مثلاً وہ اس طرح سے کھانا کھاتا پیتا نہ ہو جس [illegible] عام لوگ بھوک اور پیاس محسوس کرتے ہیں کھانا [illegible] تے ہیں پانی پیتے ہیں سوتے جاگتے ہیں دنیا کے کام کاج کرتے ہیں اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہو جو لوگوں کو بتائے کہ یہ اللہ کا رسول ہے اور اعلان کرے اس کی نبوت کا اس کے لئے آسمانوں سے غیبی خزانے اتارے جائیں اور وہ لوگوں کو دولت تقسیم کرے اور خود بھی عیش کرے اس کے لئے خصوصی طور پر باغات بنائے جائیں جو معجزاتی طور پر رونما ہو جاتے ہوں۔

ان کا خیال تھا کہ ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عام انسان کی طرح سوتے جاگتے کھاتے پیتے گھر بار بیوی بچے کام کاج دوست دشمن پورے معاشرے میں جو مصروفیات ہوتی ہیں وہ ساری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہیں اور کوئی ایسی عجیب بات نہیں جو مافوق الفطرت ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا اور یہ جو باتیں کہتے ہیں یہ اس جادو کے اثر میں آکر کرتے ہیں ان کا دماغی توازن درست نہیں ہے یا انہیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ جادو کا کرشمہ ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اُنظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ

آپ دیکھئے یہ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ کی شان میں اور ان کا یہ خیال جو ہے یا یہ نظریہ اور یہ عقیدہ جو ہے اس نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اس کے سبب یہ راستے سے

بھٹک گئے اور اگر یہ اسی خیال پر رہیں گے تو یہ کبھی بھی سیدھے راستے کو پا نہیں سکیں گے اگر ہم لمبی بحث میں نہ پڑیں تو بڑے آسان طریقے سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر انسان جب دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اس پر بہیمیت کا حیوانیت کا غلبہ ہوتا ہے جب انسان دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو وہ کچھ بھی نہ جانتا ہو لیکن اپنی حیات حیوانی جو ہے یا جسمانی زندگی جو ہے اس کی بقا کے لئے جدوجہد کرتا ہے چھوٹا بچہ بھی بھوک پیاس محسوس کرتا ہے اس کے لئے روتا چلاتا ہے دودھ پیتا ہے کھانا کھاتا ہے سوتا ہے جاگتا ہے جو حیوانی زندگی ہے اس کا شعور فوری طور پر انسان کو ہوتا ہے وہی حیوانیت اس پر غالب آ جاتی ہے اگر اسے صحیح تربیت نصیب نہ ہو یا ایمان نصیب نہ ہو یا اچھے لوگوں کی صحبت نصیب نہ ہو تو پھر وہ ساری زندگی اسی حیوانیت کے تابع بسر کر دیتا ہے اسی لئے رب جلیل نے ان لوگوں کو جو ایمان سے محروم رہے اور اطاعت الٰہی سے محروم رہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ جوڑنے سے محروم رہے انہیں قرآن حکیم نے حیوانوں سے بھی بدتر کہا ہے کہ انسان ہوتے ہوئے ان کے پاس صرف حیوانی زندگی ہے۔

جب اسے نور ایمان نصیب ہوتا ہے اور صالحین کی صحبت نصیب ہوتی ہے تو اس میں تبدیلی کا ایک عمل شروع ہوتا ہے جو اس کے احساس حیوانی کو مغلوب کر کے اس پر اوصاف ملکوتی کا رنگ چڑھاتا ہے تو پھر اس میں وہ عادات یا وہ صفات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں جو فرشتوں میں ہوتی ہیں جیسے کم کھانا کم سونا لوگوں سے کم ملنا کم باتیں کرنا اپنے کام سے کام رکھنا ہمہ وقت اللہ کی عبادت کرنا اطاعت کرنا ذکر اذکار کرنا اور یہ ایسی صفات ہیں جو فرشتے کے اوصاف ہیں اور انہیں صفات ملکوتی کہا جاتا ہے لیکن فرشتہ بننا انسان کی منزل نہیں ہے اسے اپنے نکتہ کمال تک پہنچنے کے لئے انسان بننا پڑتا ہے یہ جس قدر لوگ آپ کو راہ تصوف میں اس حال میں نظر آتے ہیں کہ انہیں دنیا کا ہوش نہیں رہا انہوں نے لوگوں کو ملنا ترک کر دیا یا سوائے ذکر اذکار کے کبھی ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی یہ دراصل وہ لوگ ہیں جو دوران تربیت اپنی تربیت مکمل نہ کر سکے اور اوصاف ملکوتی کے حصول میں پھنس کر رہ گئے عرفاً تو بڑا کامل سمجھا جاتا ہے ایسے لوگوں کو اور کمال کی یہی دلیل سمجھی جاتی ہے کہ فلاں شخص کو کوئی ہوش نہیں تھا کھانے پینے کا یا فلاں ساری ساری رات جاگا کرتا تھا یا ساری ساری رات سجدے کیا کرتا تھا یا فلاں اس شدت سے ریاضت کرتا تھا اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں۔

اگرچہ یہ اوصاف اچھے ہیں کمال ہیں اور فرشتوں کے اوصاف ہیں لیکن انسان کی منزل فرشتہ بننا نہیں ہے انسان کی منزل انسان بننا ہے تو پھر انسانیت کیا ہے انسانیت یہ ہے کہ اس سے بھی ترقی کر کے وہ اپنی انسانی عالم زندگی کو اختیار کرے اس عالم انسانی زندگی میں اوصاف حیوانی بھی موجود ہوں کہ اسے زندگی کا احساس ہو کھانا پینا معاملات بیوی بچے والدین دوست دشمن قوم ملک ہر ایک کے ساتھ ان کے حقوق کو پہچانتا بھی ہو اور انہیں ادا بھی کرتا ہو ان سب عوارضات کے ساتھ زندہ رہنا اور ان کی تکمیل کے لئے کوشاں رہنا حیوانی زندگی ہے انہی تمام فرائض کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق پورا کرنا یہ صفات ملکوتی ہیں کیونکہ فرشتے کی سب سے اعلیٰ صفت جو ہے وہ اطاعت الٰہی ہے۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

اس حکم کی جو اللہ انہیں دیتا ہے کبھی خلاف ورزی نہیں کرتے اور ہمیشہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اپنی حیوانی زندگی کا شعور کھانا پینا لباس ملنا جلنا کاروبار دوستی اور دشمنی یہ سب سمجھنا اور اس میں پوری

طرح سے اپنا حصہ لینا یہ اوصاف حیوانی ہیں لیکن اس کی ان حیوانی اوصاف میں ملکوتیت غالب ہو جاتی ہے جب فرشتے کی صفت غالب ہو جاتی ہے اور فرشتے کی صفت یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اپنے ان تمام امور میں اطاعت الٰہی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اس میں والدین کے حقوق ہوں اولاد کے حقوق ہوں قوم کے حقوق ہوں ملک اور سلطنت کے حقوق ہوں عام معاشرے کے حقوق ہوں بیوی بچوں کے ہوں دوست اور احباب کے ہوں تو ان سب کا وہ اس انداز سے لحاظ رکھتا ہے جس کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور یہ اس طرح سے ان کی نگہداشت کرنا یہ اوصاف ملکوتی ہے۔

اور جب یہ دونوں صفات انسان میں بیک وقت پائی جائیں تو وہ درجہ انسانیت پہ فائز ہوتا ہے پھر اسے انسان کہتے ہیں حلال حرام جائز ناجائز پاک ناپاک کی تمیز نہ ہو لیکن وہ کھاتا پیتا کماتا اور خرچ کرتا ہو اسے حیوانیت کہتے ہیں جس میں مطلق اطاعت ہو لیکن اسے کھانے پینے کا کمانے خرچ کرنے کا دوستی دشمنی کا ہوش نہ ہو تو یہ صفات ملکوتی ہیں فرشتے کے اوصاف ہیں کہ ہمہ وقت اللہ کی یاد میں رہے اللہ کی عبادت کرتا رہے اس کے علاوہ کچھ نہ کرے جب یہ دونوں ایک وجود میں جمع ہو جائیں تو یہ انسانیت بنتی ہے اور انسانیت کا مقام ان دونوں سے بلند ہے۔

حیوان صرف جسمانی زندگی کے لئے کوشش کرتا ہے اور فرشتہ ہر حال میں اطاعت الٰہی کے لئے کوشش کرتا ہے لیکن جسمانی زندگی کے لوازم اس کا مسئلہ نہیں ہے جہاں جسمانی زندگی کے لوازم کی ضرورت بھی ہو اور ان سب لوازمات کو اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رکھا جائے تو یہ انسانیت ہے اور انسان کی تربیت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس میں انسانیت پیدا ہو اور انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام انسانیت کا کامل نمونہ ہوتے ہیں اور سب سے اعلیٰ نمونہ ہے ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایک طرف آپ کے مقامات کی عظمتیں وہ ہیں کہ وہاں فرشتہ پر نہیں مار سکتا اور صفات ملکوتی کے حامل بھی وہاں نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتے دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اتنی عام انسانی زندگی ہے کہ ایک ان پڑھ ایک گڈریا ایک چرواہا یا جنگل میں رہنے والا بھی اس بات کا مکلف ہے کہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسر فرمائی۔

اور یہی سب سے عام معیار ہے زندگی کا کہ ہر آدمی بلا تکلف کام کر سکے اسی لئے بعض علماء نے بڑی محققانہ گفتگو فرمائی ہے اس پر کہ جو لوگ اپنے فرائض کو چھوڑ دیتے ہیں اور کسی ایک فریضے کے پیچھے لگ جاتے ہیں مثلاً بعض لوگوں کو یہ شوق ہے ہر کہ سال حج کریں انہوں نے زندگی میں پچاس پچاس حج کر لئے لیکن ان کی بیویاں نان و نفقہ سے محروم رہیں ان کی اولاد تعلیم سے محروم رہی ان کے والدین خدمت سے محروم رہے یا معاشرے کے جو حقوق ان پر بنتے تھے انہوں نے وہ ادا نہ کئے تو صرف حج کرنے کا کیا فائدہ وہ تو اللہ نے زندگی میں ایک بار فرض کیا آپ نے پچاس بار کر لیا تو کیا تیر مارا یا ادھار لے کر یا قرض لے کر یا جائیداد بیچ کر یا اور کوئی اس طرح کی مصیبت اپنے سر لگا کر حج کرنے تو چلے جائیں گے اس کے علاوہ اولاد کے فرائض ذمے رہیں گے لینا دینا لوگوں کا ادھار ذمے رہ جائے گا اور بے شمار فرائض جو ہیں معاشرے کے قوم کے ملک کے ان کی پرواہ نہیں ہوگی۔

بعض لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ انہیں نفلیں پڑھنے کا تو بہت شوق ہے رات دن نفلیں تو

پڑھتے رہیں گے اور جتنی عبادت یہ کرتے ہیں اتنی عبادت عام آدمی نہیں کر سکتا اچھی بات ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ صرف نفلیں پڑھی جائیں دوسرے سارے فرائض یکسر فراموش کر دیے جائیں مزدوری نہ کی جائے نوکری نہ کی جائے کھیتی باڑی نہ کی جائے کمایا نہ جائے بچوں کو نہ پالا جائے دوست احباب قوم ملک سلطنت کے سب حقوق بھلا کر صرف نفلیں پڑھنا تو کوئی کمال نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے نفلیں پڑھا کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کس قدر مصروف تھی اس کا بھی تو کوئی اندازہ کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی آپکی دینی زندگی ' اور آپ کی معاشرتی زندگی کا اگر جائزہ لیا جائے تو بیک وقت وہ ایک ہستی ایک وسیع کنبے کی نگہبان پورے عالم اسلام کی قائد امام استاد مفتی اور قاضی اور وہی ایک ہستی پوری اسلامی سلطنت کی نگہبان امیر بادشاہ حکمران قانون ساز تو ان تمام مصروفیات کو ایک لڑی میں پرو کر ایک معیاری زندگی بسر کرنا یہ تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا ایسا تو ہونا ممکن نہیں ان میں سے کوئی ایک بات جس آدمی کے گلے پڑ جاتی ہے وہی ایک بات اسے ہمیشہ کے لئے مصروف کر لیتی ہے کسی کی دو تین بیویاں ہیں دس بارہ بچے ہیں وہ اور کسی کام کا نہیں رہتا صرف انہی کا ہو کر رہ جاتا ہے اگر کثرت عیالداری ہے تو اس سے دوسرے سارے شعبے چھوٹ جاتے ہیں یا کسی کے پاس عہدہ حکومت یا اقتدا ہے تو اسے گھر والے بھی یاد نہیں رہتے بمشکل اسی کو ڈیل کرتا ہے اسے بھی پوری طرح کر نہیں پاتا یا کسی کے پاس مدرسہ یا خانقاہ ہے تو سوائے مدرسہ چلانے یا اس خانقاہ کا نظام سنبھالنے کے وہ دنیا کے کسی کام کا نہیں رہتا اسے کسی سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا تو یہ ساری کمزوریاں ہیں کمال یہ ہے ۔ کہ وہی انسان بیک وقت معیاری انسانی زندگی بسر کرے اپنی غذا پیدا کرنے کے لئے وسائل اور ذرائع اختیار کرے نرے حج کرنے سے زیادہ فرض وہ حقوق ہیں جو دن کے ہر حصے میں مختلف اوقات میں ہم پر فرض ہوتے رہتے ہیں والدین کے حقوق ہیں بہن بھائیوں کے ہیں معاشرے کے ہیں اولاد کے ہیں ان سب کو ایک حسن امتزاج سے رکھنا اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرنا یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسرا بھی اس بات کو مانے بلکہ اللہ کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے اللہ اور اللہ کے حکم کے مطابق اپنی طرف سے اطاعت کی پوری کوشش کرے کہ قوم اور ملک کے جو اس پر حقوق ہیں ان کے لئے فکر مند ہو اور ان میں اپنا حصہ ادا کرے یہ سارا توازن رکھتے ہوئے یہ سارے کام کرتے ہوئے پھر اگر وہ کثرت سے نوافل پڑھ سکتا ہے تو نورٌ علی نور ہے لیکن صرف نفلیں شروع کر دینا اور باقی سارے کام چھوڑ دینا یہ نیکی نہیں ہے بلکہ یہ ایک خام خیالی ہے نفل بہر حال نفل ہے اور وہ فرض کا متبادل نہیں ہو سکتی جو فرائض انسان پر ہیں انہیں بطور احسن ادا کرنے کی فکر کرے۔

تو انبیاء کا زندگی کا طریقہ ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ انسانی زندگی بسر فرماتے ہیں جس میں وہ انسانوں ہی کی طرح کماتے ہیں کھاتے پیتے ہیں کام کاج کرتے ہیں اس کے ساتھ اللہ کا حکم بھی لوگوں تک پہنچاتے ہیں ایک پورا معاشرہ تشکیل دیتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی طرف اللہ کے بندوں کو لے کر چلتے ہیں اور سب سے زیادہ کام اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ساری انسانیت کو اس راستے پر لے کر چلنا اور ان تک اس راستے کے نشیب و فراز کے متعلق معلومات پہنچانا اور جو چلنا چاہیں انہیں لے کر ساتھ چلنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ نبوت و رسالت ہے۔

کفار کا یہ خیال اللہ نے اس دلیل سے رد کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پہلے رسول تو نہیں ہیں پہلے بھی نبی تھے جن کے متعلق تم بھی مانتے ہو تمہیں بھی اقرار ہے قریش مکہ بھی اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ہم آپ کے متبع ہیں یا یہودہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا دعویٰ رکھتے تھے یا نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا دعویٰ رکھتے تھے تو فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے ہیں جن میں سے بعض کو یہ لوگ مانتے بھی ہیں۔

اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ

وہ بھی اسی طرح کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے گلیوں میں آتے جاتے تھے ان کی زندگی بھی عام انسانی زندگی تھی جنہیں یہ خود مانتے ہیں ان کی زندگی بھی عام انسانی زندگی تھی نبی کی زندگی انسانی ڈگر سے ہٹ کر نہیں ہوتی انسانوں سے الگ ہو کر نہیں ہوتی اعلیٰ انسانی اقدار کی حامل ہوتی ہے اور یہی غلط فہمی ولایت کے بارے میں لوگوں میں پیدا ہو گئی ہے۔

کہ اولیا اللہ کوئی عجیب وغریب مخلوق ہوتے ہیں اور وہ جنگلوں میں رہتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے کھاتے پیتے نہیں ہیں کوئی بیوی بچہ نہیں ہوتا کوئی گھر بار نہیں ہوتا تو اگر ایسی کوئی مخلوق ہوتی ہے تو اس سے انسانیت کو کیا فائدہ جنگلوں میں تو پہلے بھی بے پناہ قسم کی مخلوق رہتی ہے جس کی ہم قسمیں بھی نہیں گن سکتے اگر کچھ انسان بھی جا کر جنگلوں میں بسیرا کر کے رہنا شروع کر دیں تو کمال کیا ہوا یا ایک شخص معاشرے میں حصہ ہی نہیں لیتا کسی سے اس کا لینا نہیں ہے دینا نہیں ہے کاروبار نہیں ہے خرید و فروخت نہیں ہے تو اس کے اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل ہونے کا کیا پتہ چلے گا اس کی دیانت داری کا کیا پتہ چلے گا اس کے سچ بولنے کا کیا معیار ہے اس کی امانت کا کیا معیار ہے کچھ بھی نہیں تو ایسا آدمی رات بھر کھڑا ہو کر نفلیں پڑھتا رہتا ہے تو اس کی نفلوں کا اللہ کریم کو کیا ضرورت ہے ایسی نفلوں سے کیا بنے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تمام رات عبادت فرمائی ہے کھڑے ہو کر یہ درست ہے لیکن کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ جتنا دینوی سیاسی دینی کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا روئے زمین پر کوئی دوسرا انسانی اس کی مثال پیش کر سکتا ہے ؟ آپ صرف حیات طیبہ کا ایک پہلو دیکھیں مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس برس حیات مبارکہ بسر فرمائے اس دس سالہ مدنی حیات مبارکہ میں اسی ۸۰ سے اوپر جنگیں چوراسی یا تراسی کے قریب غزوات و سرایہ بنتے ہیں کچھ ایسی جنگیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی اور کچھ ایسی جنگیں ہیں جن میں اپنا نائب کسی کو بنا کر بھیجا لیکن وہ ساری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے متعلق تھیں آپ اندازہ کریں کہ جب سے پاکستان بنا ہے تقریبا اس نصف صدی میں دو جنگیں ہوئیں ایک ۱۹۶۵ء میں اور وہ بھی پندرہ سولہ دن رہی تھی اور ایک اکہتر میں اور اب نوے آ گیا ہے لیکن ابھی تک قوم سنبھل نہیں سکی اور جب بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ جی لڑائی کے بعد جو مہنگائی آئی ہے مصیبت آئی ہے جو تکلیفیں آئیں ان کا ابھی تک کوئی علاج نہیں ہو سکا یعنی پچاس سالوں میں اگر دس دس دن کی دو لڑائیوں نے ہمیں اتنا پیچھے دھکیل دیا ہے تو دس سالوں میں چوراسی جنگیں لڑ کر اس قوم کو پیچھے لے جانے کی بجائے آگے لے جانا اور وہ قوم بجائے مجبور و بے بس مہنگائی غربت و افلاس میں بسنے کے روئے زمین کی فاتح بن جائے تو یہ کیا آسان کام

ہے؟

عالم اسلام کی بنیاد روئے زمین کے کفر کے سامنے رکھنا پورے روئے زمین کے کفر کا مقابلہ کرتے ہوئے ہر ہر مسلمان کی بات سننا ایک ایک کے ذاتی کام میں دلچسپی لینا اور چھوٹی چھوٹی باتوں یعنی شادی کے رشتوں اور بچوں کے نام رکھنے سے لے کر قومی جنگوں تک اور الیف بے تے سیکھنے والے سے لے کر بڑے سے بڑے مفسرو محدث تک کی تربیت بنفس نفیس فرمانا اور اس کے ساتھ دن بھر کی نمازوں کی قیادت بھی خود فرمانا اور پھر اگر کوئی ساری رات کھڑا ہو کر نفلیں پڑھے تو نفلیں پڑھنے کا مزہ آجائے یہ تو ہوئی سنت پھر تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔

لیکن صرف نفلیں شروع کر دینا اور اپنے دوسرے سارے فرائض بھول جانا یہ تو کوئی نیکی نہ ہوئی یعنی اتباع تو وہ ہے جو کامل کیا جائے مکمل طور پر کیا جائے ہر لحاظ سے اتباع کیا جائے یہ جو عرف عام میں مشہور ہو گیا ہے کہ کوئی آدمی ایسا ہو جو کسی کی بات نہ سنتا ہو کسی سے ملتا نہ ہو کھاتا پیتا نہ ہو سوتا جاگتا نہ ہو اس کا گھر گھاٹ کوئی نہ ہو جنگلوں میں رہتا ہو تو وہ ولی اللہ ہوتا ہے میری سمجھ میں یہ منطق نہیں آتی کہ اس کی ولایت کا فائدہ کیا وہ کس بات کا ولی ہے یہ الگ بات ہے کہ اہل اللہ میں کچھ لوگ ایسے گذرے ہیں جن کا یہ حال ہوا ہے جن کے بارے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچے وہ راستے میں رہ گئے کسی کی قوت برداشت جواب دے گئی کسی کو تربیت کرنے والا نہ مل سکا تو یہ نقص کی دلیل ہے کمال کی دلیل نہیں کمال جو ہے وہ انسان بننے میں ہے اور انسان حیوان اور فرشتے دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے انسان مظہر ہے قدرت باری کا انسان ایسی تخلیق ہے اللہ کی جس میں سے اللہ کی صفات اور اس کا کمال نظر آتا ہے کہ بیک وقت ایک وجود میں کتنی بے شمار خوبیاں اس ذات نے جمع فرما دیں تو یہی اعتراض کفار کو انبیاء پر بھی ہوتا تھا لیکن انبیاء کی زندگی ہمیشہ عام انسانی معیار کے مطابق ہوا کرتی تھی اگرچہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوتے تھے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے حد و بے شمار ہیں لیکن حیات طیبہ کا معیار وہی تھا جو ایک عام آدمی اختیار کر سکتا ہے اس لئے ہر آدمی مکلف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا اسلام کے نزدیک یا اسلام کے معیار کے مطابق بہترین مقام جو ہے وہ انسان کا ہے اور انسانیت جو ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے کہ کوئی انسان بن کر دکھائے اور انسانیت کیا ہے انسانیت یہ ہے کہ اپنی تمام ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے انہیں اس طرح سے ادا کرے جس طرح ادا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے جس طرح ادا کرنے کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے زندگی سے فرار یہ اسلام کے نام پر درست نہیں کہ آدمی اپنی ذمہ داریوں سے جان بچائے کام کرنے سے جان چھڑائے اپنے حقوق کو پس پشت ڈال دے اور بھاگ کر گوشہ نشین ہو جائے اس پر یہ سمجھے کہ میں اللہ پر احسان کر رہا ہوں درست نہیں ہے یا جیسے بعض لوگ گوشہ نشین ہو کر ذکر اذکار کرنے پہ لگ جاتے ہیں اور دنیا کے دوسرے کام یا دوسری ذمہ داریاں جو ان کے ذمے ہیں وہ فراموش کر دیتے ہیں یا بعض لوگوں کو تبلیغ کا وہم ہو گیا ہے وہ تبلیغ کے لئے نکل جاتے ہیں سال سال کی خبر ہی نہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں بیوی بچوں کا کوئی پرسان حال نہیں اگر جانا ہے سال کی تبلیغ پر تو ضرور جائیے لیکن ایک سال کی روٹیاں ایک سال کا خرچ اخراجات ایک سال کے سکول کے اخراجات ایک سال کی حفاظت کی گھر کی ذمہ داری یہ سارے اہتمام کر کے جائے کوئی پھر تو جائے اور ان سارے فرائض سے جان چھڑا کر بھاگ جانا

اور سمجھنا میں نیکی کر رہا ہوں یہ تو جائز نہیں یہ تو نیکی نہیں ہے بلکہ یہ تو چوری ہے کہ اپنے فرائض چھوڑ دے یہ تو اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی اس غیر حاضری میں اگر بچے چوری کریں گے بیوی بد دیانتی کرے گی اگر وہ نماز نہیں پڑھیں گے اگر وہ نیکی نہیں کریں گے اگر وہ جھوٹ بولیں گے اگر وہ برائی کریں گے تو ان سب کا ذمہ دار وہ شخص ہے جس نے انہیں تنہا چھوڑ دیا اور اس نے فرائض سے غفلت برتی۔

صرف کسی ایک فرض کو اس طرح سے اختیار کر لینا مثلاً کوئی شخص نماز ہی پڑھنا شروع کر دے تو جب دیکھو نماز پڑھ رہا ہو لیکن جہاں ملازمت کرتا ہے انہیں شکایت ہے کہ تنخواہ لے لیتا ہے کام پورا نہیں کرتا تو اس کی کثرت نماز کا کیا فائدہ ہو گا۔

ولایت کیا ہے ولایت انسانون سے الگ ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ جتنے کامل ولی اللہ گذرے ہیں انہی نے انسانیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات بھی پہنچائی ہیں وہ لوگ جو عام انسانوں میں عام انسانی سطح پر مل جل کر جئے وہ لوگ جنہوں نے اپنے بچوں کی پرورش کی وہ لوگ جنہوں نے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے فرائض کو پہچانا بھی اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ادا بھی کیا انہی نے خالص اور کھرا دین لوگوں تک پہنچایا بھی اور لوگوں کو دین پر چلایا بھی اور جو لوگ کسی بھی ایک طرف ہو گئے اور اعتدال سے ہٹ گئے وہ خود اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے دوسروں تک پہنچانے کی باری تو تب آتی جب وہ پہلے اپنے آپ کو صحیح سنبھالتے جو شخص خود اٹھ کر چل نہیں سکتا دوسرا کوئی امید رکھے کہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلے گا وہ کیسے رکھے یا کسی کو کندھا دے کر کیسے سہارا دے گا جن لوگوں سے خود اعتدال کا راستہ چھوٹ گیا عجیب بات یہ ہے کہ ایسے ہی غیر معتدل لوگوں کو ہمارے ہاں ولی اللہ تصور کیا جاتا ہے جن کی زندگی ادھوری ہو جائے جو اپنے معللات اور اپنے فرائض پوری طرح ادا نہ کر سکتے ہوں اور یہ تخیل غیر اسلامی ہے قرآن نے کفار کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے۔

کافروں کا یہ خیال تھا کہ انبیا کو کام کاج نہیں کرنا چاہئے کھانا پینا نہیں چاہئے کچھ کمانا نہیں چاہئے لوگوں سے ملنا جلنا گلیوں بازاروں میں گذرنا نہیں چاہئے بلکہ کوئی عجیب و غریب طرز کی زندگی ایسی زندگی جو عام انسان کے لئے ممکن نہ ہو تو اللہ کریم نے اس کا رد فرمایا اور فرمایا تمام انبیا اور رسل جو مبعوث کئے گئے حتیٰ کہ انبیا کے پاس ملک اور سلطنت بھی رہی دولت بھی رہی اس کے باوجود انہوں نے اپنا رزق پیدا کرنے کے لئے اسباب و وسائل پیدا کئے اور اس حکومت و سلطنت کے خزانے پر بوجھ بننا گوارا نہ کیا جو ان کے دم قدم سے قائم تھی رب کریم نے خود معجزاتی طور پر ایسے اسباب پیدا فرما دئے کہ اللہ کا نبی خزانے کا محتاج بن کر نہ رہے بلکہ وہ اپنے لئے رزق جائز ذرائع سے پیدا فرمائے۔

تو ولایت کیا ہے ولایت یہ ہے کہ انسان اپنے فرائض کو پہچانے ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہر آدمی اپنا حق پہچانتا ہے فریضہ نہیں آپ پورے ملک میں دیکھیں ہڑتالیں ہوں گی جلسے ہوں گے جلوس نکلیں گے۔ کیا ہے کہ ہمیں ہمارا حق چاہئے کلرک کہتا ہے میں ہڑتال کر رہا ہوں مجھے میرا حق نہیں ملتا ڈاکٹر کہتا ہے میں ہڑتال کر رہا ہوں مجھے میرا حق نہیں ملتا زندگی کے ہر شعبے میں آپ دیکھیں کہیں ٹرانسپورٹ کی ہڑتال ہے کہیں دوکانداروں کی ہڑتال ہے کہیں ڈاکٹروں کی ہڑتال ہے کہیں اساتذہ کی ہڑتال ہے کیوں ہے بھئی سب کی بات ایک ہی ہوتی ہے کہ ہمیں ہمارا حق نہیں ملتا لیکن

ان سے پوچھا جائے کہ تم لوگ جو اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہو تم فریضہ ادا کرتے ہو؟ تو اس طرف کسی کا خیال ہی نہیں ہے آپ دفتری لوگوں کو دیکھیں سارا دن ٹانگ پہ ٹانگ دھرے بیٹھے ہیں چائے پی رہے ہیں تاش کھیل رہے ہیں کوئی کام نہیں ہے آپ مزدور کو دیکھیں کام نہیں کرے گا ویسے گپیں لگا رہا ہے آپ استاد کو دیکھیں ہمارے سکولوں کا یہ حال ہے کورس تین مہینوں میں پڑھایا جا سکتا ہے اور جو اساتذہ پورے سال میں نہیں پڑھا سکتے نہیں پڑھاتے تنخواہ لے لیتے ہیں پڑھاتا کوئی نہیں اسی طرح آپ دوکانداروں کو دیکھیں ان کی سوچ یہ نہیں ہے کہ دوسروں کو بھی آرام ہو میں بھی اپنی روٹی کماؤں ہر دکاندار یہ چاہتا ہے کہ جتنے پیسے میں کسی سے چھین سکوں چھین لوں یعنی سارے لوگ اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں کوئی ایک آدمی اپنا فریضہ ادا نہیں کرتا ایک کا فریضہ دوسرے کا حق ہوتا ہے مثلاً جب کلرک کام نہیں کرتا تو کام کرنا اس کا فرض تھا لیکن دوسرے کا حق اس کی فائیلوں میں دبا ہوا پڑا ہے کتنے لوگوں کی تنخواہیں کتنے لوگوں کے بل ہیں کتنے لوگوں کے کام اٹکے ہوئے ہیں یہ کام کرتا تو ان کے حقوق ان تک پہنچ جاتے ڈاکٹر اپنے حق کے لئے ہڑتال تو کر لیتا ہے لیکن برلب گور جو مریض تڑپ رہا ہے وہ جو زخمی گولیوں سے چھلنی اس کی ٹیبل پر پڑا تڑپ رہا ہے اس کی مرہم پٹی کرنا اس کا فرض نہیں؟ بیماروں کو دیکھنا اس کا فرض نہیں؟ جب اپنے فرض کو وہ نہیں دیکھتا تو اس کے حقوق بھی کسی کے فرائض ہیں کہ ہر آدمی کا جو حق ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کا فرض ہوتا ہے اگر یہاں رہنے والوں کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ ترقی حاصل کریں تو میں جب اس ادارے کا سربراہ ہوں تو میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں ان کی تربیت کروں میں ان کو بات بتاؤں ان کے لئے محنت کروں اگر میں اپنا فریضہ چھوڑ دوں گا تو ان تک بات نہیں پہنچے گی اس طرح ہر شخص کا حق کسی دوسرے کا فرض بنتا ہے جب ہم اپنے فرائض چھوڑ دیتے ہیں اور صرف حق کا مطالبہ کرتے ہیں تو کسی کو حق نہیں ملتا اس لئے نہیں ملتا کہ ہم میں سے ہر اک کے حقوق ہم نے خود ہی دبا رکھے ہیں کسی کا حق میں نے کام نہ کر کے ضائع کر دیا دوسرے نے کام نہ کر کے دس اور آدمیوں کا حق ضائع کر دیا۔

تو اسلام اسے انسان کہتا ہے جو حق کو معاف بھی کر سکے اسلامی زندگی یہ ہے کہ جو آپ کا حق بنتا ہے آپ میں یہ جرات ہو کہ اپنا حق تو آپ معاف بھی کر سکیں لیکن جو فرض بنتا ہے اسے ہمیشہ پوری دیانت داری سے ادا کریں کہ کسی کا حق آپ کی طرف نہ رہ جائے ہم نے اسے الٹ دیا ہم اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے یا اس میں سے بھی کچھ چھوڑ دیتے کچھ معاف کر دیتے کچھ درگذر کر دیتے تاکہ اس کے طفیل جو کوتاہیاں ہم سے ہوئیں اللہ کریم ہم سے بھی درگذر فرمائیں تاکہ جس بارہ گاہ میں ہماری کوتاہیاں ہو رہی ہوتی ہیں وہاں سے ہم پر رحم فرمایا جائے۔

قرآن حکیم کا اسلوب یہ ہے کہ سب سے اعلیٰ حیات انسانی حیات ہے انسانی زندگی ہے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ کوشش کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کو حاصل کر کے پہچاننے کے ساتھ پوری دیانت داری سے انہیں ادا کرنے کی کوشش کرے اس طریقے پر جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا۔

(۲۹ جون ۱۹۹۰ - دارالعرفان)

آسان راستہ

حضرت مولانا محمد اکرم

انبیاء جب مبعوث ہوتے ہیں تو ان کے پاس دو نعمتیں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں ایک وہ علم جو اللہ انہیں عطا فرماتا ہے اپنی ذات کے متعلق اپنی صفات کے متعلق اپنی پسند اور ناپسند کے متعلق دنیا کے متعلق دنیا سے بعد آنے والے عالم کے متعلق انسان اور رب کے تعلقات کے متعلق یہ ساری باتیں انبیاء کے علوم سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کی رسالت سے اللہ کی مخلوق تک پہنچتی ہیں دوسرا کمال انبیاء کے پاس برکات اور کیفیات کا ہوتا ہے ان کے قلوب مظہر ہوتے ہیں تجلیات باری کا مہبط ہوتے ہیں کلام باری کا لہٰذا جو کوئی ایمان لا کر ان کی مجلس میں پہنچتا ہے تو ان کے سینے کے انوارات کے انعکاس کے باعث اس شخص میں خاص کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں ان کیفیات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ پہنچنے والا جو ایمان لاتا ہے وہ ماننے کی حد تک ہوتا ہے لیکن نبی کی بارگاہ میں پہنچنے والا اور نبی کے سینے کے انوارات کو اپنے سینے میں انڈیلنے والا ماننے کی حد سے بہت آگے نکل جاتا ہے وہ ایک حد تک مجبور و بے بس ہو جاتا ہے اس بات پر اس کی اپنی پسند و ناپسند اس میں ختم ہو جاتی ہے اور وہ نبی کے ارشاد سے باہر جانے کی سکت ہی نہیں رکھتا طاقت ہی نہیں رکھتا جیسے قرآن حکیم میں صحابہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

حَبَّبَ علیکم الایمان

کہ اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا ہے اور کفر اور فسق اور گناہ کی تمہارے دلوں میں نفرت پیدا کر دی یہ اثر ہوتا ہے برکات نبوت کا اور یہ دونوں کمال ہر نبی میں بیک وقت موجود ہوتے ہیں تمام انبیاء کے ساتھ یہی معاملہ ہوا اور جوں ان کی بارگاہ میں پہنچنے والے یا ان سے براہ راست فیض حاصل کرنے والے لوگ تھے وہ صحابی بن گئے اور پھر یہ برکات آگے چلتی رہتی ہیں جب تک بھی اس نبی کا دین اس دنیا پر نافذ رہتا ہے تب تک وہ برکات روئے زمین پر موجود رہتی ہیں۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ مختلف علاقوں میں بیک وقت مختلف نبی اور رسول ہوئے مختلف قوموں کے لئے مختلف ملکوں اور علاقوں کے لئے تو ان سب کے

اپنے دائرہ کار کے اندر اس وقت کے نبی کو ماننا اور اس سے ان چیزوں کو حاصل کرنا شرط تھا سب سے آخر میں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کی بعثت ملکوں کی سرحدوں کو عبور کر گئی قوموں کی تفریق سے بڑھ گئی زمانوں کی تقسیم سے اور ان کی حدود سے آگے نکل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ساری انسانیت کے لئے قرار پائی اور سارے زمانوں کے لئے قرار پائی یعنی آپ کے مبعوث ہونے کے بعد ہمیشہ کے لئے کبھی کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا جہاں جہاں روئے زمین پر کوئی انسان سانس لیتا ہے وہ آپ کی ذات والا صفات سے استفادہ کر سکتا ہے تو لا محالہ جب انبیاء دنیا سے اٹھا لئے جاتے تھے چشم عالم سے پردہ فرما کر عالم آخرت کو تشریف لے جاتے تھے جب تک ان کا دین باقی رہتا تھا تو قوموں میں ایسے لوگ باقی رہتے تھے جو اس دین کے حامل ہوتے تھے جو ان اوصاف کے حامل ہوتے تھے اور ان برکات کو آگے پہنچاتے تھے لیکن جب وہ دین ہی اٹھا لیا گیا نیا دین آ گیا تو پھر نئے نبی کی امت میں ایسے لوگ پیدا کر دئے جاتے تھے اور پھر جب نبوت ہی ختم ہو گئی تو اس امت میں اللہ کریم نے ہر زمانے میں اور ہر جگہ ایسے بندے پیدا فرمائے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات پوری طرح سے جلوہ گر ہوئے یعنی ان کے پاس علوم ظاہرہ بھی ہوں شریعت کے علوم سے واقف بھی ہوں اور کیفیات قلب بھی ہوں اور وہ جذبہ بھی ہو وہ حال بھی ہو وہ کیفیات بھی ہوں جو نبی کی برکات سے تعلق رکھتی ہیں جو آدمی کو نبی کی اطاعت پر مجبور کر دیتی ہوں راستہ جاتے ہوئے کوئی مجبور نہیں کرتے کیونکہ یہ تو قانون قدرت ہے کہ زبردستی دین کسی کو نہیں دیا جاتا لیکن انہیں جو حاصل کرتا ہے وہ خود کو مجبور ہی پاتا ہے حاصل اپنی پسند سے کرتا ہے لیکن وہ اس کی پسند کو

چھین لیتی ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو ولی کہا جاتا ہے اس زمانے میں لوگوں کو جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے ہوتا تھا اور نہ ماننے والے مختلف گروہ کہتے تھے یہ کیا بات ہے یہ کیسا رسول ہے ہماری طرح کھاتا پیتا ہے ہماری طرح سوتا جاگتا ہے اس کی متعدد بیویاں ہیں اس کے متعدد خاندانی رشتے ہیں اس کے بہت لمبا ایک سلسلہ ہے عجیب بات ہے جیسے ہم ہیں ویسا وہ ہے رسول تو کوئی ایسا ہونا چاہئے جو بالکل باقی لوگوں سے مختلف ہو جو ہماری طرح کھاتا پیتا سوتا جاگتا نہ ہو جسے گرمی سردی نہ ستاتی ہو جس کی ضرورتیں ہماری طرح نہ ہوں۔

اور آج کل یہی قانون ہم ولی اللہ کو تلاش کرنے پہ لاگو کرتے ہیں آج کل کی اصطلاح میں ولی وہ شخص ہو سکتا ہے جو عام انسانوں سے مختلف ہو جس کا کوئی آگا پیچھا نہ ہو جس کا کوئی گھر گھاٹ نہ ہو جو لباس تک سے بے نیاز ہو جسے کوئی حلال حرام کی تمیز نہ ہو اس کے لئے کوئی قید کوئی شرط نہ ہو اس طرح کے جنگلوں اور ویرانوں میں رہنے والی کسی پاگل یا وحشی کا تصور دیا جاتا ہے کہ اس طرح اگر ہو تو وہ ولی ہو سکتا ہے قرآن حکیم نے اس کا جواب دیا فرمایا۔

کہ نبی اور رسول روز اول سے آدم سے لے کر عیسیٰ تک جس قدر نبی اور رسول آئے ہیں ان کی اساس اور بنیاد تین باتوں پر ہے سب سے پہلی بات توحید باری ہر نبی ہر رسول نے اس بات کی دعوت دی کہ اللہ واحد ہے لا شریک ہے اور اکیلا عبادت کا مستحق ہے دوسری بنیاد ہر نبی کی یہ تھی کہ نبی نے اپنی ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر اپنے ذاتی نفع و نقصان سے بالاتر ہو کر اپنی ذاتی زندگی اور موت کی پرواہ کئے بغیر لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی اس دعوت میں خواہ اس کا ٹکراؤ حکومت سے ہوا اس کی مخالفت میں بڑے بڑے علماء

دعا مغفرت کی اپیل

۱۔ ستراہ (ضلع سیالکوٹ) سے ایک ساتھی محمد علی کی والدہ صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

۲۔ ستراہ (ضلع سیالکوٹ) سے ایک ساتھی اعجاز احمد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

آئے یا اس کی مخالفت میں بڑے بڑے لاؤ لشکر آئے بہت لوگ آئے تھوڑے آئے یا وہاں سے ہجرت کرنا پڑی شہید ہونا پڑا تو تمام مصیبتیں برداشت کر کے ہر نبی اور ہر رسول نے فریضہ رسالت اور فریضہ نبوت کو ادا فرمایا دو باتیں ہو گئیں یعنی کسی نبی نے اپنی ذاتی ضروریات کو یا ذاتی لالچ کو یا ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لئے نبوت کا نام نہیں لیا بلکہ اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے اپنے آپ کو اپنی ضروریات کو اپنے آرام کو قربان فرمایا۔

تیسری بات ہر نبی نے آخروی زندگی سے مطلع فرمایا اور آخرت کی زندگی کو بنانے کی دعوت دی یہ تین اصول ہیں جو ہر دین میں کار فرما رہے اس کے بعد کسی دین میں کتنی نمازیں فرض تھیں کس مذہب میں کتنے روزے فرض تھے ان کے سحر و افطار کا کیا تھا کونسی چیز حلال تھی کون سی حرام تھی کس طرح کا کاروبار جائز تھا کس طرح کا جائز نہیں تھا کیسے نکاح کرنا ہے کیسے نہیں یہ چیزیں بدلتی رہیں وقت کے ساتھ حالات کے ساتھ قوموں اور ملکوں کی ضروریات کے ساتھ جیسی جیسی جہاں ضروریات پیش آئی یا اللہ کریم اپنے بندوں پر جو حکم نافذ کرنا چاہتا تھا اس کا بھی چونکہ اس کا قاعدہ ہے **لا یکلف** نفس اللاوسعھا کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیا جاتا لہٰذا جس طرح کے جس مزاج کے لوگ تھے اس طرح کی عبادات ان پر فرض ہوتیں ہیں ان کی تبدیلی کوئی تبدیلی نہیں احکام مختلف اوقات میں بدلتے رہتے ہیں ایک شخص کی بیوی ہے وہ اس پر حلال ہے لیکن اگر وہی شخص اسے طلاق دے دیتا ہے تو طلاق دینے کے بعد اس کے لئے حرام ہو جاتی ہے مرد بھی وہی ہے عورت بھی وہی ہے لیکن رشتہ بدل گیا احکام بدل گئے تو احکام اپنی ضرورت کے ساتھ اپنے حالات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں تو جب نئی شریعت نافذ ہوتی ہے نئے لوگوں کے لئے نئی قوم کے لئے ہوتی ہے تو اس کے مزاج کے مطابق اللہ کی پسند کے مطابق احکام نئے ہوتے ہیں تو فرمایا اس میں تو اختلاف کی گنجائش نہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ

مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ذات میں یا اس کی صفت میں شریک نہ کریں دوسری بات ادعوالیہ میں اس کی طرف دعوت دیتا ہوں بغیر کسی لالچ بغیر کسی طمع کے بغیر کسی ذاتی غرض کے حتیٰ کہ روسائے مکہ نے جمع ہو کر یہ عرض کی کہ یہ دین نکالنے سے اور یہ نئی باتیں کرنے سے اور لوگوں میں اضطراب پیدا کرنے سے اگر آپ کا مقصد حکومت و سلطنت حاصل کرنا ہے تو ہم تمام عرب قبائل کو جمع کر کے سب سے آپ کی قیادت و سعادت منوا لیتے ہیں اور آپ کو عرب کا شہنشاہ بنا دیتے ہیں لیکن آپ ہمارے آباؤ اجداد کے جو مذاہب ہیں ان پر تنقید نہ

فرمائے اور نئے مذہب سے لوگوں کو آشنا نہ کیجئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض دولت جمع کرنے سے ہے تو ہم پورے عرب سے اتنی دولت جمع کرتے ہیں کہ پورے عرب میں کسی دوسرے شخص کے پاس اتنی دولت نہ ہو اور وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے اگر آپ کا مقصد حسین عورت حاصل کرنا ہے تو آپ پورے عرب میں سے چھانٹ کر پسند کر لیجئے کسی قبیلے کسی سردار کسی امیر کی بیٹی ہو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسے حاصل کریں گے لیکن آپ ہمارے باپ دادا کے مذہب کی مخالفت نہ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب عالی یہ تھا کہ تم نے بہت کم قیمت لگائی ہے اگر تم یہ کر سکو کہ سورج کو نوچ کر میرے ایک ہاتھ پر رکھ دو اور چاند کو نوچ کر میری دوسری ہتھیلی پر رکھ دو اور مجھے کہو کہ اللہ کا پیغام پہنچانا بند کر دے تو میں تمہارا سورج تمہارا چاند تمہیں لوٹا دوں گا لیکن اللہ کا پیغام پہنچاتا رہوں گا یعنی جو تمہارے بس میں نہیں ہے اگر تم وہ بھی کر گزرو تو میں اللہ کی دعوت اللہ کے بندوں تک پہنچاتا رہوں گا تم مجھے نہیں روک سکتے۔

اور تیسری بات وَاِلَیۡہِ مَاٰبِ اسی کی طرف پلٹ کر ہر ایک کو جانا ہے یعنی ماٰب کی دعوت بھی میری وہی ہے۔ توحید رسالت اور ماٰب یہ تینوں بنیادیں وہی ہیں جو پہلے انبیاء نے پیش کیں جن میں بعض کو تم مانتے ہو خواہ اپنے طور پر مانتے ہو یا اپنے فکر کے مطابق عمل کرتے ہو اپنی پسند سے کرتے ہو لیکن جانتے بھی ہو اور بعض کو مانتے بھی ہو کہ ہر نبی نے ان تین باتوں کی طرف دعوت دی

اب رہی یہ بات کہ تم کہو قرآن حکیم عربی میں کیوں ہے تو ہر نبی کا کلام اس کی مادری زبان میں اس کی قوم کی زبان میں نازل ہوا اور تم جن نبیوں کو مانتے ہو ان پر جو کلام نازل ہوا وہ کیوں عربی میں نہیں تھا یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ پہلی کتابیں عبرانی میں کیوں تھیں اگر تم یہ کہتے ہو قرآن عربی میں کیوں ہے یہ سوال بھی تو لوٹایا جا سکتا ہے کہ پہلی کتابیں کیوں نہیں تھیں عربی میں تو اس کا جواب تم یہی دو گے کہ جس قوم کی طرف کتاب آئی اس کی زبان میں تھی تو اس کتاب کے پہلے مخاطب بھی تو عرب ہیں لہٰذا اس کو بھی عربی میں ہونا چاہئے گویا یہ بھی کوئی اعتراض نہ رہا۔ اور اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت کے لئے جس طرح اللہ کریم نے کسی کو زبردستی نہیں پکڑا

لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ

زبردستی دین نہیں منوایا جاتا اللہ نے ہر ایک کو عقل دیا ہے شعور دیا ہے اس کے سامنے دار دنیا کو کھول کر رکھ دیا ہے اپنی عظمت کو ایک ایک پتے ایک ایک تنکے سے ظاہر فرما دیا ہے اور اپنے نبی پر اپنی کتابیں بھیج کر اسے اپنی طرف دعوت دی ہے اگر وہ اپنی پسند سے قبول کرتا ہے تو ٹھیک اس کی مدد فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ تک لے جانے کے اس کے راستے کھول دیتا ہے لیکن اگر کوئی قبول نہیں کرنا چاہتا تو اس پر زبردستی مسلط نہیں کرتا۔

اسی طرح دین میں سمجھوتے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کفار کی دعوت یہ بھی تھی کہ کچھ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مان لیں مثلاً آپ ہمارے بتوں کی پوجا نہ کریں لیکن ان کی ہم پوجا کرتے ہیں ان کی تردید کرنا چھوڑ دیں ہم آپ کے رب کی عبادت پوجا کرنا شروع کر دیتے ہیں تو کچھ درمیانہ راستہ نکل آئے گا فرمایا نہیں اس کی گنجائش نہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا

وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَمَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ یہ محال ہے لیکن اگر آپ بھی ایسا کریں تو یقینی حقیقی اور وحی الٰہی کا علم آ جانے کے بعد ان کی خرافات پہ سمجھوتہ کر لیں تو پھر اللہ کی

گرفت سے آپ کو بھی بچانے والا کوئی نہیں ہو گا ہمارے جو دوست آج روا داری کے نام پر اسلامی احکام میں لچک پیدا کرتے ہیں اور اسے رواداری کہتے ہیں ان کے لئے اس میں بہت زیادہ تنبیہہ ہے کہ کسی نبی اور کسی رسول حتی کہ آقائے نلدار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ نے یہ اجازت نہیں دی کہ اللہ کا جو حکم ہے اس میں تبدیلی کی جائے اس غرض سے کہ اس طرح سے کفار ساتھ مل جائیں گے اور بہت بڑی جماعت بن جائے گی اور دین بہت پھیلے گا فرمایا جب وہ دین رہے گا نہیں تو پھیلے گا کیا جب اس میں آپ تبدیلی کر دیں گے کسی ایک حکم کو بھی بدل دیں گے تو وہ دین نہیں رہے گا تو جب دین ہی نہیں رہے گا تو پھر پھیلا کیا پھیلنے کے لئے تو پہلے دین کی بقا ضروری ہے کہ جو حکم جس طرح سے اللہ ' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسی طرح سے اس پر عمل کیا جائے اسی طرح سے اس کو مانا جائے اگر اس میں تبدیلی کردی گئی فرمایا اس کا حق تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں ہے اور کسی کے دم مارنے کی کیا گنجائش ہے۔

اب رہ گئی آخری بات ان کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو متعدد بیویاں ہیں ہماری طرح سے رہتا ہے اس کی بچیاں ہیں بیٹیاں ہیں اولادیں ہیں نواسے ہیں یہ کیا تماشہ ہے فرمایا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی اور رسول مبعوث ہوئے ان کو یہ لوگ جانتے ہیں اور اس بات کو مانتے بھی ہیں ان میں سے بھی سب کی متعدد بیویاں تھیں اور سب کی اولاد بھی تھی نبی کا کمال ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ عام آدمی کی سطح پر زندگی بسر کرتا ہے عام لوگوں کی طرح رشتے جوڑتا ہے عام لوگوں کی طرح کام کاج کرتا ہے عام لوگوں کی طرح اس کی ضروریات ہوتی ہیں اگر نبی کی یہ ضروریات نہ ہوں اس میں انسانی خصوصیات نہ ہوں تو عام آدمی کو اس کا اتباع کرنے کی تکلیف ہی کیوں دی جائے مثلاً اگر نبی کھاتا بھی نہیں پیتا بھی نہیں سوتا بھی نہیں اس کے بیوی بچے بھی نہیں فرشتے کی طرح اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں تو جسے آپ اتباع کے لئے کہیں گے وہ آرام سے یہ کہہ دے گا کہ آپ تو یہ سارا کام کر سکتے ہیں کہ آپ کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں لیکن میں نے تو بیوی بچے بھی پالنے ہیں والدین کی خدمت بھی کرنی ہے دوستوں دشمنوں کے پاس آنا جانا بھی ہے میرا کاروبار بھی ہے لین دین یہ سارا کر کے بھلا میں پانچ نمازیں کب پڑھ سکتا ہوں یا اپنی بکریاں چرا کر میں کب اللہ کی عبادت کر سکتا ہوں یا میدان جنگ میں مجھے جانا ہوتا ہے میں فوج کا سپاہی ہوں میرے پاس کب فرصت ہے میں نمازیں بھی پڑھوں اور روزے بھی رکھوں مجھے تجارت کے لئے جانا پڑتا ہے میرا یہ کاروبار ہے میں اسے چھوڑ دوں تو تباہ ہو جاؤں اور میں اگر یہ کروں تو سارا رات دن سفر کرتا ہوں میں کب نمازیں پڑھ سکتا ہوں تو فرمایا نبی کی زندگی ہی ایسی ہوتی ہے کہ ہر طرز حیات اس کی زندگی میں نمایاں ہوتا ہے خواہ وہ کاروبار ہو خواہ وہ تجارت ہو خواہ وہ شادی ہو خواہ وہ اولاد ہو والدین ہوں رشتہ داریاں ہوں تو سارے مسائل ہر نبی کے ساتھ ہوتے ہیں ان مسائل میں رہتے ہوئے وہ اللہ کی اطاعت بھی کرتا ہے اور اللہ کی عبادت بھی کرتا ہے تب جا کر عام آدمی کے لئے یہ معیار بنتا ہے کہ یہ کام کرتے ہوئے بھی اللہ کی عبادت کی جا سکتی ہے نہ ماننا اعتراض کرنا یہ محض اعتراض برائے اعتراض یہ الگ بات ہے اللہ کریم فرماتے ہیں انسانی عقل بھی اگر سوچے تو نبی کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

اس طرح ولایت جو ہوتی ہے یہ نیابت نبوت

ہوتی ہے اور ولی اللہ کا فرض منصبی ہوتا ہے کہ جو برکلت وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرتا ہے ان کو اللہ کے بندوں تک پہنچائے اس حال میں کہ وہ بھی ایک انسان کی زندگی بسر کرتا ہو اس کی ضروریات بھی ہوں اس کے بیوی بچے بھی ہوں اس کا گھر بار بھی ہو اس کا کاروبار بھی ہو اور اس سارے میں وہ ثابت کرتا ہو کہ یہ بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تب ہی وہ اس قابل ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کو اللہ کی اطاعت کی دعوت دے سکے یہ خیال جو عوام الناس میں ہے کہ ولی اللہ تو کوئی عجیب سی مخلوق ہوتی ہے اور وہ کہیں جنگلوں پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ لوگوں کو ملتے بھی نہیں ان کی ضرورت کیا ہوتی ہے یعنی انہیں اگر آپ عام انسانوں سے بھی خارج کر دیں وہ انسانی اوصاف جو کسی کافر کو بھی حاصل ہیں آپ ان کی بھی ولی سے نفی کر دیں تو پھر اس کی ولایت کی کیا برکت ہوئی پھر اس کی ولایت کی کیا ضرورت ہوئی انسانیت کو کسی ایسی ولایت کی ضرورت کیا ہے جو اوصاف ایک کافر کو بھی حاصل ہیں ان کو وہ بھی نصیب نہ ہوں یعنی ولایت تو ہمارے نزدیک عام انسانوں سے زیادہ محترم بلکہ مسلمانون میں بہت محترم بہت مقتدر زیادہ بابرکت تصور ہے ولایت کے ساتھ ہمارا تو برکت سے یہ مراد تو نہیں ہے کہ اس آدمی کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور یاد رہے کہ

اہل اللہ میں ایک طبقہ مجازین کا ہوتا ہے جو مخبوط الحواس قسم کے لوگ ہوتے ہیں لیکن یہ یاد رکھو شرعاً ان لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی وہ محض پاگل ہوتے ہیں اور مسلمانون کے لئے یہ ہے کہ ان پر کوئی اگر زیادہ رعایت کریں تو ان پر گرفت نہ کریں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں ان میں بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ برکلت نبوت اور تجلیات باری کو برداشت نہیں کر سکتے اور اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں اور یاد رکھیں کوئی بھی شخص پیدائشی مجذوب نہیں ہوتا کسی کے گھر پاگل بچہ پیدا ہو اسے مجذوب قرار دینا درست نہیں مجذوب لوگ ہوتے ہیں جو باقاعدہ کسی سے تربیت حاصل کرتے ہیں اس حال میں پہنچتے ہوئے ان کیفیات کو برداشت نہ کرتے ہوئے کسی کی عقل ساتھ چھوڑ جائے تو وہ مجذوب ہوتا ہے ورنہ عام لوگ پاگل ہی ہوتے اور اور مجذوب بھی نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے چلنے کا حکم ہے نہ اس کی اجازت ہے اس لئے کہ جو شخص خود برداشت نہیں کر سکا اپنے حواس قائم نہیں رکھ سکا وہ دوسرے کی رہنمائی کیا کرے گا اسی لئے کوئی نبی کبھی مجذوب نہیں ہوا اگر جذب کمل ہوتا تو سب سے زیادہ انبیاء و رسل کو آپ دیکھ لیں ان میں کوئی مجذوب آپ کو نظر نہیں آئے گا اس لئے جذب کمل نہیں ہے یہ نقص ہے اور مجذوب اگر واقعی کوئی سلوک سیکھتے ہوئے اور کیفیات حاصل کرتے ہوئے ذہنی توازن کھو بیٹھے تو زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ یہ رعایت کی جاتی ہے کہ اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا جاتا ہے اس کے پیچھے چلنا شرعاً جائز نہیں اب اگلی بات کہ اللہ کی آیات میں کوئی تبدیلی کرے یا اپنی پسند سے کوئی معجزات دکھائے اور کملات دکھائے تو یہ شعبدہ بازی کی طرز پر معجزات نہیں ہوتے اور نہ کرامات کا ظہور ہوتا ہے بلکہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ وہ اپنی پسند سے معجزے دکھائے بلکہ معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پہ صادر ہوتا ہے اور جب رب چاہتا ہے جو چاہتا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کیونکہ معجزہ اللہ کے دین کی تائید کے لئے ہوتا ہے اور جہاں اور جس کی ضرورت رب کریم خود سمجھتا ہے اپنے نبی کے ہاتھ سے ظاہر فرما دیتا ہے اس طرح ولی کی کرامت دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوتا ہے جو نبی کے اتباع کے سبب سے اس ولی کے ہاتھ سے

ظاہر ہوتا ہے اور ولی کی کرامت تائید کرتی ہے نبوت کی صداقت کی کہ اس کا اتباع کرنے سے اس شخص سے یہ کرامت حاصل ہوئی اس میں ولی کا اختیار نہیں ہوتا وہ اللہ کا ہوتا ہے اتباع پیامبر کی وجہ سے اس شخص کے ہاتھ پہ صلور ہوتا ہے لہٰذا یہ شرط رکھنا کہ تم یہ دکھاؤ تو میں ایمان لے آؤں گا فرمایا یہ عقل کے خلاف ہے اس لئے کہ کسی نبی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں اپنی پسند سے یہ دکھاتا ہوں کسی ولی کو یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا کہ میں یہ کرامت اپنی پسند سے دکھاتا ہوں۔

لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ

جو کچھ بھی ہوتا ہے کوئی بھی کام اچانک نہیں ہوتا مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے تمام کاموں کی حیثیت ان کے وصف ان کے تمام اندازوں کو اللہ نے لکھ دیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا کام کس وقت ہو گا جو اللہ کرنا چاہتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو وہ نہیں کرنا چاہتا اسے کوئی کر نہیں سکتا آپ مطالبے کر کے شور کر کے اس کی مشیت کو کوئی کام کرنے پہ مجبور نہیں کر سکتے آپ انکار کر کے اس کی مشیت کو کام کرنے سے روک نہیں سکتے اس لئے کہ ہر بات طے شدہ اندازے کے مطابق ہوتی ہے ہر کام کا فیصلہ ہو چکا ہے ان میں کرامات اولیاء بھی ہیں اور ان میں معجزات انبیاء بھی ہیں یہ بھی ازل سے لکھ دیا گیا ہے کہ فلاں وقت فلاں لمحے فلاں نبی کے ہاتھ پر فلاں معجزہ ظاہر ہو گا یہ بھی اچانک نہیں ہوتا

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ

یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ احکام بدل دیتا ہے قوموں کے لئے عبادت کے اوقات بدل دیتا ہے اور کسی کے لئے مقرر کر دیتا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یا جیسے بعض اعمال کی وجہ سے والدین کی خدمت کی وجہ سے فرمایا عمر بڑھ جاتی ہے یا نیکی کرنے سے عمر بڑھ جاتی ہے یا خیرات

ممبرشپ فارم

خریداری نمبر ______________ تاریخ ادائیگی ______________

نام ______________________________

شہر ______________ ضلع ______________

پتہ ______________________________

○ سالانہ خریدار ۱۰۰ روپے ○ تاحیات ۱۰۰۰ روپے

کرنے سے رزق بڑھ جاتا ہے تو جو اس طرح کی باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں حدیث پاک میں ان سے مراد بھی یہی ہے کہ اللہ کریم کو پہلے سے علم تھا کہ کون شخص نیکی کرے گا اور اس کی عمر میں کتنا اضافہ ہو گا یہ بھی اچانک نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے علم میں یہ بھی ازل سے ہے کوئی نیک شخص کسی کے لئے دعا کرتا ہے اسے بیماری سے شفا ہو جاتی ہے کوئی رزق کے لئے دعا کرتا ہے اس کے رزق میں فراخی ہو جاتی ہے اس کی عمر میں برکت ہو جاتی ہے تو فرمایا اچانک یہ بھی نہیں ہوتا مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے رب کریم کے علم میں تھا کہ فلاں بندہ فلاں شخص کے لئے دعا کرے گا اور اس کے نتیجے میں میں اسے یہ نعمت عطا کروں گا تو یہ دعا بھی تقدیر ہے اور آپ کی وہ دعا اور آپ کی وہ تدبیر بھی تقدیر ہے آپ کا وہ عمل اور آپ کی وہ نیکی بھی تقدیر ہے کہ سب کچھ اس کے علم میں موجود تھا تم نہیں تھے وہ جانتا تھا تم کب آؤ گے تم کیا کرو گے اور اس پر کیا نتیجہ مرتب ہو گا تو وہ سارا کچھ اے انسان تیرے لئے نیا ہو سکتا ہے اچانک ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے نزدیک، وہ اس کے طے شدہ پروگرام کا ہی حصہ ہے کوئی رائی برابر کلام اس کی منشا سے باہر نہیں ہو سکتا تو پھر باقی رہ کیا جاتا ہے صرف یہ کہ آدمی اس کی اطاعت چھوڑ کر اپنی کوششوں پہ بھروسہ کرتے ہوئے کبھی چوری کرتا ہے کبھی ڈاکہ ڈالتا ہے کبھی کسی کا حق چھیننے کی کوشش کرتا ہے کبھی جھوٹ بولتا ہے کبھی سفارش ناجائز لاتا ہے تو شاید اس طرح میں زیادہ حاصل کر لوں ملتا اسے وہی ہے جو اللہ کی طرف سے معین ہے ہاں یہ نافرمانی کرنے کی سزا اس پر الگ وارد ہو جاتی ہے۔ یہ مصیبت وہ خود خریدتا ہے اب اگر اس کی اطاعت پہ کاربند رہے تو بھی جو اس کا نصیبہ ہے جو اس کا مقدر ہے وہ اس سے کوئی نہیں چھین سکتا جو چیز اس تک پہنچنے والی ہے وہ اس تک پہنچ کر رہتی ہے اور اس کے ساتھ اطاعت کا انعام بھی نصیب ہوتا ہے۔

تو فرمایا اسلام کا کوئی اصول اسلام کا کوئی رکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دعویٰ اگرچہ یہ سارا آسمانی مذہب ہے لیکن انسانی عقل کے ساتھ کہیں بھی نہیں ٹکراتا بلکہ عین فطرت انسانی کے مطابق اور عقل انسانی کے مطابق ہے فرق یہ ہے کہ کسی کی عقل بھی ثابت ہو فطرت بھی صحیح ہو اور مزاج بھی سلیم ہو اگر کسی کا اپنا نظام ہی بگڑ جائے تو پھر اسے اسلام میں نقائص نظر آئیں گے جیسے بیماری کی وجہ سے کسی کا اپنا ذائقہ خراب ہو جائے تو آپ اسے میٹھی چیز بھی کھانے کو دیں اسے کڑوی لگتی ہے اس میں نقص ہے اس غذا میں نہیں ہوتا بلکہ نقص اس شخص کے اپنے قوت ذائقہ میں پیدا ہو جاتا ہے اس طرح اگر کسی انسان کی فطرت میں خرابی ہو جائے اس کے مزاج کی صلاحیت تباہ ہو جائے گناہ یا کفر یا برائی کی وجہ سے وہ اپنی عقل سلیم کو کھو بیٹھے تو پھر اسے اسلام پر اعتراض نظر آتے ہیں اور اگر مزاج درست ہو عقل صحیح ہو تو اسلام آسمانی مذہب ہے اللہ کا نازل کردہ مذہب ہے اس کے باوجود اس کا ہر ہر حکم اس کی ہر ہر ادا عین عقل انسانی کے مطابق ہے یہ فطری مذہب ہے انسانیت کے لئے جو نسل انسانیت آدم سے سب سے زیادہ آسان طرز حیات کے طور پر قبول کر سکتا ہے اور جس قدر تہذیبیں آپ نے روئے زمین پر خلاف اسلام بنا کر رکھی ہوئی ہیں اگر ان کا تجزیہ اسلام سے کیا جائے ہم مسلمانوں سے نہیں ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم دوسری تہذیبوں کا مقابلہ جب کرتے ہیں تو اپنے کردار سے کرتے ہیں اور دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارا کردار اسلامی نہیں ہوتا تو پھر ہم کفر کا مقابلہ دوسرے کفر سے کرتے رہتے ہیں اگر ہم نے اسلام پر عمل چھوڑ دیا تو اس میں ہمارا قصور ہے اسلام کے جو ضابطے اور جو قواعد ہیں ان کے ساتھ دنیا کی کسی تہذیب کو مقابل لا کر دیکھو تو دیکھنے والے کو پتہ چل جائے گا کہ انسان کی بنائی ہوئی تہذیبیں خلاف مزاج اسلامی ہیں اور اللہ کا بنایا ہوا دین عین اسلامی مزاج کے مطابق ہے اللہ کریم دین کی سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۲۵ مئی ۱۹۹۵ - دارالعرفان)

اِنعاماتِ الٰہی

حضرت مولانا محمد اکرم

رب جلیل نے تخلیق کے پہلو پر بڑے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے مسلمان کے لئے تو کوئی گنجائش رہ نہیں جاتی کسی وہم میں پڑنے کی یا کسی خواہ مخواہ کے وسوسے میں مبتلا ہو کر گمراہ ہونے کی اور عموماً لوگوں کے گمراہی اور ٹھوکر کھانے کا سبب سب سے بڑی اور سب سے مضبوط وجہ جو ہے کہ ہر انسان کو فطری طور پر اولاد کی خواہش ہوتی ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ حکمرانوں کو اپنے جانشین کی فکر ہوتی ہے زمیندار کو اپنے وارث کی فکر ہوتی ہے کارخانہ دار چاہتا ہے کہ میرے ہی نسل سے میرے ہی خون سے کوئی میرا ہی بچہ میرے بعد میرے کارخانوں کا مالک بنے لیکن اس شدت کے ساتھ یہ جذبہ اس انسان میں بھی موجود ہوتا ہے جس کے پاس سر چھپانے کو جگہ نہیں ہوتی اب یہ کہنا کہ یہ بات صرف امراء میں ہوتی ہے یا صرف بادشاہوں میں ہوتی ہے یا صرف چند لوگوں میں ہوتی ہے یہ درست نہیں بلکہ بحیثیت انسان فطری طور پر تقریباً ہر انسان میں ہوتی ہے اور جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کے لئے جائز وسائل کا اختیار کرنا بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں جس طرح اللہ کریم نے حصول رزق کے معروف ذرائع بنا دیئے ہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اللہ کریم آسمان سے آٹے کی بوریاں نہیں پھینکتے انہیں نے تمہیں اعضاء و جوارح ہاتھ پاؤں عقل و شعور ہر چیز دی ہے تمہارے سامنے دنیا کا نظام بنا دیا ہے اب تمہارا کام ہے اس میں تم اپنی قوتوں کو اپنی استعداد کو استعمل کر کے اپنے لئے رزق حاصل کرو جائز اور درست وسائل سے حلال رزق حاصل کرو اور ایسے لوگوں کی مدد بھی کرو جن کے پاس وہ وسائل نہیں ہیں تمہارے پاس آنکھیں ہیں کسی کے پاس آنکھیں نہیں ہیں تمہارے پاس ہاتھ ہیں کوئی ہاتھوں سے معذور ہے تمہارے پاس صحت

ہے کسی کے پاس صحت نہیں ہے تو جو معذور افراد ہیں یا جن کے پاس وہ اسباب و ذرائع نہیں ہیں ان کی مدد کے قابل بھی بنو اس لئے اللہ نے زکوٰۃ فرض کی ہے صدقہ نافلہ کی بہت بڑی فضیلت ارشاد ہوئی ہے قرآن میں بھی حدیث میں بھی اسی طرح سے اگر کسی کی اولاد نہیں ہے تو شرعی حدود کے اندر وہ اس کے لئے کوئی علاج کرتا ہے وہ اس کے لئے اللہ سے دعا مانگتا ہے تو کوئی حرج نہیں انبیاء نے دعا مانگی ہے اللہ کے رسولوں اور اللہ کے نبیوں نے دعا مانگی ہے قرآن میں موجود ہے اگر وہ دوا کھاتا ہے ایسی دوا جو کوئی ماہر طبیب جو اس فن کا ماہر ہے اور ایسی دوا کرواتا ہے جس میں کوئی شرعی عذر نہیں ہے کوئی شرعی اعتراض نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن دعا بھی دوا بھی اور یہ دم بھی سبب کی حد میں رہے گا یہ اس حد میں نہیں چلا جائے گا کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ اولاد ہونی چاہئے یہ پھر مالک کی مرضی پھر اس کی اپنی پسند ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَۃً فَرِحَ بِھَا

کہ جب انسان کو ہماری طرف سے انعامات یا رحمت یا بخشش نصیب ہوتی ہے تو رحمت کا قانون یہ ہے کہ کوئی استحقاق پر نہیں ملتی محض عطا پر ملتی ہے چونکہ کوئی بھی انسان اپنا استحقاق ثابت نہیں کر سکتا یہ بڑی عجیب بات ہے ہم جو چند نمازیں پڑھ لیں یا ہفتہ بھر مسلسل نماز پڑھ لیں دو ایک بار حج کر لیں یا کبھی ذکر کرنے کا اتفاق ہو جائے تو ہم یہ سمجھتے ہیں چند ہفتے تبلیغ پہ لگا لیں یا کوئی ایک دو چلے لگا کر آ جائیں تو ہم نے اسے لاکھوں سے ضربیں دے دے کر پتہ نہیں کتنا ثواب شمار کر رکھا ہوتا ہے اللہ کی مہربانی ہے ثواب دے لیکن وہ دیتا محض اپنی عطا سے ہے اس لئے کہ انسان جتنی محنت بھی کرے وہ جو نعمتیں پہلے حاصل کر چکا ہے ان کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ جہاں دعوت عبادت دی ہے قرآن کریم نے وہاں فرمایا۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ وَالَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ

کہ لوگو اپنے رب کی عبادت کرو رب کی اس لئے عبادت کرو کہ وہ تمہیں پال رہا ہے پہلے تم اس کا کھا رہے ہو پھر تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم تیرا شکر کرتے ہیں یا اللہ تیرا کرم ہے پھر صرف کھا نہیں رہے اس نے تمہیں پیدا کیا تم سے پہلوں باپ دادوں کو پیدا کیا نہ صرف انہیں بلکہ زمین و آسمان کو تخلیق فرمایا ایک پورا نظام بنا دیا جس میں بارشیں برستی ہیں کھیتیاں اگتی ہیں پھل اگتے ہیں تمہارے وجود کا صحت کا بہار و خزاں کا موسموں کا دن رات کا سورج کا رات دن کے آنے جانے اور موسموں کے تغیر و تبدل کا اتنا وسیع نظام بنا دیا کہ تمہارے وجود کی قوتوں کو جو اس نے تمہیں دی ہیں پھر انہیں سلامت رکھنے کے لئے اس نے اتنا بڑا اہتمام کر دیا کہ اگر تم ساری زندگی صرف سجدہ شکر ادا کرتے رہو تو کسی ایک نعمت کا بھی سجدہ شکر ادا نہیں کر پاتے کہ پھر اس سجدہ شکر میں انہی نعمتوں کو استعمال کر رہے ہو اپنی طرف سے کیا دے رہے ہو جس عبادت پہ تم فخر کرتے ہو یا ناز کرتے ہو وہ تمہارا اپنا کیا ہے زبان استعمال کرتے ہو وہ کس نے دی اس میں قوت گویائی کس نے بخشی سر جھکاتے ہو تو سر پایا کہاں سے ہے اعضاء کو استعمال کرتے ہو تو وہ لئے کہاں سے ہیں تو انسان اگر کتنا بھی مجاہدہ کرتا رہے تو جو کچھ بھی وہ کرے اتنی نعمتیں پہلے حاصل کر چکا ہے کہ ان کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا اس لئے انعام کا استحقاق نہیں بنتا اس کا یہ جو ثواب کے وعدے ہیں یہ اس کا انعام ہے محض اپنی طرف سے فرماتا ہے کہ میں عطا کر دوں گا یہ اس کی رحمت ہے اور فرمایا۔

اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَۃً

جب انسان کو میری طرف سے رحمت ملتی ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے وہ رحمت صحت کی صورت میں ہو وہ رحمت عافیت کی صورت میں ہو وہ رحمت ظاہری قرار کی صورت میں ہو وہ رحمت باطنی سکون کی صورت میں ہو کسی طرح بھی کوئی اسے سکون کا لمحہ ملے بڑا خوش ہوتا ہے وان تصبھم سیئتہ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہاں رحمت وہاں آرام کا سبب اپنی رحمت کو قرار دیا آرام پانے کا استحقاق کسی کے پاس نہیں خواہ وہ کتنی عبادت بھی کرے استحقاق ثابت نہیں کر سکتا جو پہلے لے چکا ہے اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا مزید کا مستحق کہاں ہوتا ہے وہ محض رحمت ہے میری اور اگر کسی کو تکلیف ہو تو تکلیف ہوتی کیوں ہے فرمایا بما قدمت ایدیھم تمہاری کرتوتوں کی وجہ سے جن کو میں بے شمار مرتبہ معاف کرتا ہوں بے شمار سے درگذر کرتا ہوں کسی نہ کسی غلطی کا بدلہ کسی نہ کسی کوتاہی کا بدلہ تھوڑا سا اگر چکھا دیا جائے فان الانسان کفور تو فوراً ناشکری کرنے پہ آ جاتا ہے کہتا ہے جی ہمیں پہلے اللہ نے کیا دے رکھا ہے ہم نے تو جب سے آنکھ کھولی ہے تکلیفیں ہی دیکھ رہے ہیں ہم تو مصیبتیں ہی جھیلنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں فارسی کا انوری شاعر وہ کہتا ہے۔

ہر بلائے کہ ز آسمان آید
خانہ انوری تلاش کردند

آسمان سے جو مصیبت چھوٹتی ہے وہ انوری کا گھر پوچھ لیتی ہے کس کونے پہ ہے یعنی یہ عام آدمی کی بات نہیں ہے اچھے بھلے پڑھے لکھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ اب اس انوری کو کوئی پوچھے کہ تم اپنی کردار پہ نظر ثانی کرو اپنے عقائد کو دیکھو اپنے شب و روز کو دیکھو اپنے ذرائع جو ہیں تمہارے حصول رزق کے انہیں دیکھو کہ تمہاری خرابی کہاں ہے ہم تک ایک ہوا پہنچتی ہے اس میں دھواں آتا ہے تو جس کمرے میں ہم بیٹھے ہیں ہم

فوراً یہ سوچیں گے کہ یہ دھواں کہاں سے آتا ہے کیا اس کمرے کی کوئی تار شارٹ ہے اس کا کہیں فرنیچر جل رہا ہے ساتھ والے کسی دوسرے کمرے میں آگ لگی ہے پڑوس کا کوئی گھر جل رہا ہے گلی سے آ رہا ہے کسی نے جان بوجھ کر آگ جلا رکھی ہے یا کسی مسکین کا گھر جل رہا ہے یا میری کوتاہی میری غلطی سے میرے ہی گھر کا کوئی گوشہ جل رہا ہے مجھے دھواں آ رہا ہے جب دھواں آتا ہے تو ہم یہ دیکھنے کی بجائے آگ کہاں لگی ہے ہم کہتے ہیں ہماری قسمت ہی ایسی ہے جب دھواں پیدا کرتا ہے اللہ ہمارے گھر بھیج دیتا ہے یہ نہیں دیکھتے کہ یہ دھواں آ کہاں سے رہا ہے اللہ فرماتا ہے یہ دھواں جو تیری ناک میں پہنچ رہا ہے یہ تیری لگائی ہوئی آگ کا ہو گا فرمایا کسی دوسرے کے گناہ کی سزا میں کسی دوسرے کو نہیں دیتا کسی دوسرے کے عمل کی وجہ سے کسی دوسرے پر تکلیف نہیں آتی فرمایا۔

وان تصبھم سیئتہ اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے بما قدمت ایدیھم اس نے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو کرتا ہے جس سے غلطی ہوتی ہے اگر تکلیف محسوس ہو رہی ہے اگر دھواں آ رہا ہے تپش آ رہی دکھ ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ بڑا سیدھا سا طریقہ یہ ہے کہ ہم تلاش کریں اپنے عقائد اور نظریات میں اپنے کردار میں کہ کہاں سوراخ اور رخنہ ہے دھواں کہاں سے اندر آ رہا ہے اور وہاں سے بند کر دیں اللہ کریم سے توبہ کریں توبہ سے وہ بند ہو جائے گا آئندہ جو غلطی کر رہے ہیں وہ چھوڑ دیں گزشتہ کی معافی مانگیں اور اگر اتنا تکلف بھی نہیں کرتے تو کم از کم اس بات پہ تو آ جائیں کہ یہ جو کوتاہی کی سزا ہے یہ کہیں میری غلطی سے ہے بجائے اللہ کریم کو الزام دینے کے تقدیر کو کوسنے حالات کو کوسنے کے ہم اپنے آپ میں بیٹھ کر اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اللہ مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ میرے کس گناہ کی سزا ہے بہرحال

تو مجھے معاف کر دے جس گناہ کی بھی سزا ہے اس سے مجھے باز رہنے کی توفیق عطا کر اتنا بھی تو کر سکتے ہیں ہم تو اتنا بھی نہیں کرتے تو اللہ کریم عمومی طور پر انسانیت کی بات فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تم پر میں مفت میں نعمتیں بھیج دوں تو بڑا خوش ہوتا ہے اور جو کچھ یہ غلطیاں کرتے ہیں کسی غلطی کے بدلے میں جو چیز مل جائے اس میں تکلیف ہو پھر ناشکری میری کرتے ہیں پھر ناراض مجھ پہ ہوتے ہیں تو فرمایا سن لو للہ ملک السموت والارض ط تم خوش رہو یا ناراض اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اللہ کی عظمت تمہارے ماننے کی محتاج نہیں ہے اور وہ تمہارے انکار سے متاثر نہیں ہوتا کہ تم مانو گے تو اس کی عظمت بڑھ جائے گی یا تم انکار کرو گے تو کم ہو جائے گی ایسی کوئی بات نہیں اس لئے کہ ارض و سما میں حکومت ہے ہی اسی کی کوئی دوسرا حاکم ہی نہیں اس کے مقابلے میں یعنی بڑھنے گھٹنے کا سوال تو تب پیدا ہوتا ہے جب کوئی مقابلے میں بھی ہو ویسا کوئی اور ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اچھا ہے یا وہ اچھا ہے جس کے مقابلے میں ہی کوئی نہیں جو اکیلا خالق ہے باقی سب مخلوق ہے دست بستہ بارگاہ اس کی حاضر ہے اس کے ساتھ اس کا کوئی مقابلہ یا موازنہ تو نہیں ہے اور یہ بھی یاد رکھو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ ایسا کریم ہے جسے پیدا کرتا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا جو پیدا نہ کرنا چاہے اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا کہ اسے پیدا کرو اور جسے کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا کہ یہ مت کرو یہ دونوں کام ناممکن ہیں **یخلق مایشاء** ط جو چاہتا ہے تخلیق کر دیتا ہے اور یہ جو تم دھکے کھاتے ہو نا کہ فلاں بزرگ کے مزار پر مرغا دے آؤ تو بیٹا ہوتا ہے فلاں سے تعویز لو تو لڑکی ہوتی ہے یہ کرو تو وہ ہوتا ہے وہ کرو تو یہ ہوتا ہے کچھ بھی نہیں ہوتا فرمایا۔

یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ

جسے چاہتا ہے بیٹی دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹا دے دیتا ہے پھر بڑے مزے کی بات یہ ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں بھی دے دیتا ہے اور بیٹے بھی دے دیتا ہے **ویجعل من یشاء عقیما** اور جسے چاہے دونوں نہیں دیتا نہ بیٹی دیتا ہے نہ بیٹا دیتا ہے اس میں کوئی اسے مجبور نہیں کر سکتا۔

پچھلے دنوں مجھے ایک عزیزہ کا خط ملا اس نے یہی رونا رویا تھا پہلے اس کا رونا تھا کہ مجھے اولاد نہیں ہے پھر اس کا خط آیا کہ وہ امید سے ہے اللہ کا شکر ہے پھر اس کا خط آیا کہ کسی پیر صاحب سے تعویز لیا کوئی گلے میں باندھا ہے کوئی سر سے باندھا ہے کوئی پینا ہے کوئی کھانا ہے لوگوں نے بڑا تنگ کیا ہے جادو کر دیتے ہیں یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے تو میں نے اسے یہی بات لکھی بیٹا میری ایک بات سنو ڈاکٹر کے پاس جائیں حکیم کے پاس جائیں یا کسی ایسے آدمی کے پاس جائیں جو نیک ہو اور قرآن و سنت پہ عامل ہو وہ کچھ پڑھ کر دم کر دے یا کچھ لکھ کر دے دے لیکن شرط یہ ہے کہ جو لکھ کر دے وہ بھی قرآن و سنت سے ہو اور جو پڑھ کر دم کرے وہ بھی قرآن و سنت سے ہو یہ جھاڑ پھونک نہ ہو جس کے معنی کا ہی پتہ نہ چلتا ہو ایسے جملے نہ ہوں کیونکہ کلام مجہول پہ اعتماد جائز نہیں ہے جس کا آپ کو پتہ ہی نہیں اس کا کیا مفہوم ہے پتہ نہیں وہ کفریہ ہو۔

تو ایک حد تک علاج کی حد تک تو یہ جائز ہے لیکن اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ اللہ تو یہ بچہ پیدا کرنا چاہتے تھے لیکن جادو ٹونے والوں نے روک دیا اس کا معنی یہ ہو گا کہ انسانوں کو پیدا کرنا یا انسانوں کی پیدائش کو روکنا یہ اختیار اللہ سے تعویزوں والوں نے یا پیروں نے یا عاملوں نے لے لیا اگر پیدا کرنے اور مارنے کا اختیار اللہ سے لوگوں نے لے لیا ہے تو صحت و بیماری تو اس سے کم تر درجے کی بات ہے اسے تو پہلے چھین لیا ہو گا۔ پھر رزق

دینا یا نہ دینا یہ بھی ایک عام سی بات ہے یہ بھی لے لیا ہو گا تو پھر ایسے اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے ان لوگوں کی پوجا کیوں نہ کی جائے جن کے پاس یہ سارے اختیارات ہیں پھر ہم اللہ کے پاس لینے کیا جاتے ہیں اگر یہ سب کچھ سچ مان لیں تو پھر ہمیں اللہ کو سجدہ کرنے کی کیا تکلیف ہے۔

اور اگر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ لوگوں کو سجدہ نہیں کرنا ہے تو پھر لوگوں کے پاس اختیارات بھی نہیں ہیں یہ اختیار اللہ کریم کے اپنے پاس ہے اسی کی اپنی مرضی وہ پیدا نہیں کرنا چاہتا اسی کی اپنی مرضی وہ اولاد جب دینا چاہئے گا کوئی روک نہیں سکے گا جب نہیں دینا چاہتا اس کی اپنی مرضی جائز حدود کے اندر اگر پیر صاحب نے لکھ کر دیا ہے اور وہ قرآن و سنت سے ہے درست ہے یا جو کچھ پڑھنے پینے کے لئے دیا ہے اگر وہ قرآن و سنت سے ہے اس کا پینا بھی درست ہے اور اگر وہ محض عملیات ہیں تو اسلام آیا ہی اس لئے تھا کہ لوگوں کو کاہنوں جادو گروں راہبوں اور انسانوں کی پرستش سے رہائی دلا کر انہیں اللہ سے آشنا کیا جائے تو پھر ہم اسلام کو بھی لے کر اسے لوگوں کے سامنے سربسجود کر دیں تو یہ بالکل کلیہ ہی الٹ گیا۔

یہ سب باتیں ضرورت کے وقت یاد رکھی جائیں وعظ کے وقت تو یاد رہتی ہیں لیکن جب ضرورت پڑتی ہے تو بڑے بڑے مواحد جو ہیں ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک جاتی ہے ہمارے ایک دوست ہوتے تھے وہ کچھ زیادہ ہی اور لوڈ ہو گئے تھے انہیں توحید کا ہیضہ ہو گیا تھا میں انہیں کہا کرتا تھا تمہیں توحید کا ہیضہ ہو گیا ہے ایک حد ہوتی ہے ہم بھی اللہ ہی کے توحید کے قائل ہیں ہم کوئی شرک تو نہیں کرتے لیکن توحید کی حد ہوتی ہے توحید کی یہ حد تو نہیں ہے کہ دوسرے سب کو مشرک کہہ دے یہ تو ہیضہ ہو گیا ہے تمہیں توحید کا بات بات پہ فتویٰ کفر کا شرک کا توسل بھی شرک ہے کسی کے طفیل دعا مانگنا بھی شرک ہے کسی کی عزت کرنا بھی شرک ہے یہ بھی شرک ہے احترام بھی شرک ہے فلاں بھی شرک ہے۔

تو ایک دفعہ مجھے ایک مشکل پیش آ گئی بہر حال وہ کافی پریشان کن بات تھی دنیاوی کام تھا پھنس گیا تو ہمارے ایک غیر مسلم واقف کار آفیسر تھے ان دنوں جس آدمی سے ہمارا کام تھا وہ بھی غیر مسلم تھا تو وہ مواحد ساتھی مجھ سے کہنے لگا کہ جناب اس کے پاس جائیں یہ اس سے کہے کام ہو سکتا ہے میں نے کہا یار تم بات بات پر شرک شرک کا فتویٰ دیتے ہو تمہاری غیرت نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ ایک بے دین کی سفارش لے کر دوسرے بے دین کے دروازے پر میں دنیوی کام کے لئے جاؤں اور تمہیں یہ بات سوچتے ہوئے کوئی حیا کوئی غیرت اللہ سے اللہ کے نبی سے اللہ کے دین سے نہیں آئی تمہاری توحید کو کچھ بھی نہیں ہوا یہ صرف شریف لوگوں کو پریشان کرنے کے لئے تمہاری توحید ہے یا نیک لوگوں پر فتوے لگانے کے لئے تمہاری توحید ہے میں نے کہا دنیا کے ہی کام میں آزمائش تو ہوتی ہے دین کے کاموں میں تو سارے لوگ مواحد ہیں چلو دین کا نقصان بھی ہو گیا تو اللہ کی توکل پر ہے دنیا ہی کے کاموں میں امتحان تو آتا ہے جب ضرورت پڑتی ہے تو کیا آدمی نیکی پر قائم رہتا ہے یا برائی کر لیتا ہے جھوٹ بول لیتا ہے حرام کھا لیتا ہے میں نے کہا بھئی میں تو انہیں برا سمجھتا ہوں وہ بھی جانتے ہیں نقصان مادی جتنا بھی ہو جائے کسی ظالم سے مدد لینا تو دوسرا ظلم ہے میں تو انہیں شریف آدمی نہیں سمجھتا میں انہیں کب کہوں گا کہ آپ میری بھی مدد کرو کسی چور سے مدد لینا میرے بس کی بات نہیں ہے میں تو نہیں جاتا تو اللہ کی شان اپنے وقت پر ہونا تھا اگر میں ان کے پاس جاتا بھی تب بھی اس نے تب ہی ہونا تھا

جب اس کا وقت معین تھا اللہ کی طرف سے تو جب اس کا وقت معین آیا تو ہو گیا تو یہ جو دنیوی امور ہیں اور بالخصوص ان میں ایک فطری طلب اولاد کی یہ انسان کو بڑے بڑے عجیب دروازوں پر عجیب عجیب ٹھوکریں کھلواتی ہے کہیں اس کی عزت نیلام ہوتی ہے کہیں اس کا مال لٹتا ہے وقت برباد ہوتا ہے ایمان برباد ہوتا ہے سب کچھ ہار پھیر کر پیدا ہی ہوتا ہے جسے رب کرنا چاہے ساری دنیا کے احسان اپنے سر لے کر اللہ کی تخلیق میں کوئی ایک فالتو بندہ پیدا نہیں کروا سکتا خواہ وہ سارا زور لگا لے۔

اب یہاں لوگ اللہ کو بھول ہی جاتے ہیں دوسرے بالکل انکار ہی کر دیتے ہیں یہ زیادتی ہے دین اعتدال کا نام ہے راستہ بین بین ہے درمیان میں راستہ ہے راستہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح میڈیکل یا طبی طور پر علاج کرنا جائز ہے اس طرح کلام الٰہی سے بھی علاج کرنا علاج کی حد تک جائز ہے لیکن اس سے آگے کسی کو سمجھ لینا کہ یہ قادر ہے اس بات پر کہ یہ کہہ دے تو ایسا ہو جائے گا اور یہ دے دے تو بیٹا ہو سکتا ہے بیٹی ہو سکتی ہے یا یہ کہہ دے تو میرا بیٹا یا بیٹی چھن نہ جائے تو یہ اسلام کے سراسر خلاف ہے چونکہ اللہ نے بڑے واضح بڑے صاف انداز میں فرما دیا للہ ملک السموت والارض۔ اللہ کی اپنی حکومت ہے آسمانوں میں بھی زمین میں بھی یخلق مایشاء جو چاہے پیدا کرتا ہے کسی کو بیٹا دیتا ہے کسی کو بیٹیاں دیتا ہے کسی کو بیٹے بیٹیاں سب دیتا ہے کسی کو کچھ بھی نہیں دیتا انہ علیم قدیر وہ جانتا بھی ہے وہ قادر بھی ہے۔

(15۔اگست 1989۔ دارالعرفان)

دانا دیوانہ

جاتی بہاریں آتی بہاریں

دونوں کا حاصل دیدہ پر

فراق گورکھپوری کا یہ شعر میں نے سیماب اویسی کی داستان سن کر پڑھا شاید آپ بھی سب کچھ سن کر یہی شعر دہرائیں گے یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور شعر پڑھیں گے مگر مفہوم یقیناً یہی ہو گا آپ کو یاد ہو گا کہ یہ حضرت کبھی کبھار المرشد میں لکھا کرتے تھے ان کے مضامین شوخ اور طرز تحریر نرالا ہوا کرتا تھا انہوں نے بہت کم لکھا مگر شاید وہ اتنا موثر اور ایسا کھرا تھا کہ شناساؤں اور عقیدت مندوں کے ساتھ مخالفین کا ایک طبقہ بھی پیدا ہو گیا چونکہ ان کا پتہ دفتر ہی کی معرفت ہوتا تھا تو ان سے خفا ہونے والے احباب یا ان کی تحریر سے ناراض لوگ مجھے لکھا کرتے اور جب کبھی ملاقات ہوتی تو میں انہیں بتاتا کہ بھئی ایسا ویسا خط آیا ہے تو بلا تکلف کہہ اٹھتا حضرت میں نے کسی تعریف یا تنقید کی غرض سے نہ لکھا تھا بس اپنا نظریہ یا تجربہ بیان کر دیا اب دوسرے کو بھی حق ہے کہ وہ اسے کس نگاہ سے دیکھتا ہے میں بہت حیران ہوا کرتا تھا کہ عجیب بے حس اور پتھر نما شخص ہے نہ اس پر تعریف اثر کرتی نہ تنقید اور ایک بار اس نے محبت کے موضوع پر لکھا اور اس کی سائنسی توجیہہ اور انسانی افزائش نسل کی ضرورت اور اس کی تکمیل کے اسباب کے ساتھ اسلامی پردے کی افادیت بھی بیان کی تھی اس مضمون کے حق میں بھی اور خلاف بھی کافی باتیں ہوئی تھیں مگر پھر یہ حضرت غائب ہو گئے اور ایسے غائب ہوئے کہ خبر تک نہ آئی آہٹ تک سنائی نہ دی حیرت اس بات پر تھی کہ بھلا ہم سے ملے بغیر یہ شخص کیسے رہ رہا ہے کہ عمر بھر کا ساتھ اور دکھ سکھ کی شراکت بہرحال یہ کہ وہ اپنا راز دان اور ہم اس کے رازوں کے امین بھلا ایسے لوگوں سے بچھڑ کر جینے کا کوئی تصور بھی ہے؟ لیکن حقیقت یہ تھی کہ روئے زمین پر اس بندہ خدا کا کوئی

مکان نہیں بیوی بچوں سے آزاد یعنی انہیں خوبصورت سا گھر اور اچھی رہائش دیکر خود آزاد رہا کرتا ہے ماں باپ گذر چکے کنبہ قبیلہ یہ چھوڑ چکا لے دے کے اس کا ڈاکخانہ تو ہم ہی ہم تھے اب یہ ہم سے بھی گیا تو تلاش کرنا ہی ممکن نہ رہا پھر اپنی مصروفیات الگ ساتھ بیماری اور علاج کے لئے کبھی اندرون ملک اور کبھی بیرون ملک جانا پڑا ان مصروفیات نے بھی ایک رکاوٹ سی کھڑی کر دی تھی مگر عجیب بات ہے سال سے اوپر ہونے کو ہے اس نے بھی خبر نہ لی اور آج اچانک آپکا مگر کس حال میں پہلے تو میں سمجھا کوئی غریب بوڑھا آ رہا ہے شاید کوئی ضرورت ہوگی یا کسی کام سے آ رہا ہوگا مگر قریب آیا تو یہ سیماب تھا میلا سا لباس کھلے بٹن سخت میلی سی جوتی پریشان بال الجھی ہوئی ڈاڑھی جھکے ہوئے کندھے اور کمزور ڈھانچہ سا بدن کمزور سی آواز جس میں ہلکا سا آرتعاش تھا بہت حیرت ہوئی حتی کہ میں خاموش کھڑا دیکھتا رہا وہ شوخ و شنگ وہ کڑیل جوان جو اپنی عمر سے کم از کم بیس برس کم لگتا تھا آنکھوں میں شعلے زبان میں شرینی چہرے پر معصوم سا حسن دراز قد نہیں بلکہ سرو قد ہنستا مسکراتا سیماب اویکی جو مجھ سے بچھڑا تھا وہ کہاں گیا اور اگر یہ سیماب ہے تو وہ کون تھا اور وہ سیماب تھا تو یہ کون ہے

اچانک مجھے ہوش آیا تو لپک کر گلے لگایا سیماب یہ تم ہو مگر شاید میں نے کسی بے جان ڈھانچے کو چھوا تھا ہڈیاں سی میری باہوں میں تھیں جن میں ملاقات کی گرمی کا اثر نہ تھا نہ اس کی آنکھوں کی ویرانی میں کوئی فرق آیا نہ لب میں جنبش ہوئی بلکہ بڑے تحمل سے بولا بھی تو صرف اتنا کہ مجھے چھوڑ دو میں بیٹھنا چاہتا ہوں میں حیرت سے پیچھے ہٹا تو بلا تکلف فرش پر ڈھیر ہو گیا جیسے کسی بہت لمبی مسافت سے چل کے آیا ہو میں بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا گرمی تھی پانی پوچھا تو چند گھونٹ ٹھنڈے اور سلوے پانی کے مانگے ذرا دم لے چکا تو میں پوچھ ہی بیٹھا کہ میرے بھائی میرے دوست میرے ہمدم کہاں تھے اور تم پر کیا گذری جو مجھ پہ بیتی وہ مجھے بھول چکی تھی اس کے خلاف جو شکایت تھی کہ سال بھر سے کیوں غائب ہے وہ بھی کہیں کھو چکی تھی اب تو اس کا حال دیکھ کر میری آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں

کہنے لگا میں نے جرم کیا تھا نقد سزا پائی اب آزاد ہوں مگر ایک نظر آنے والی زنجیر پاؤں میں ہے گردن میں رسی ہے اور وہ کسی کے ہاتھ میں ہے وہ جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے جہاں سے چاہتا ہے روک دیتا ہے آج تیرے پاس لے آیا کیوں ؟ یہ تو مجھے خبر نہیں جب ڈور کھینچے گا چل پڑوں گا میں فلسفہ سننا نہیں چاہتا اس لئے کہ یہ مضمون میری سمجھ سے بالا تر رہا ہے میرے ساتھ سیدھی بات کرو صاف صاف بتاؤ یہ تمہارا حال کیا ہے کہنے لگا خفا تو نہ ہو جاؤ گے یار عجیب بات ہے کچھ کہہ بھی چکو تو ایک ٹھنڈی سانس کھینچ کر کہنے لگا میں نے اسے دیکھا نہ صرف دیکھا بلکہ میں تو محض شعلہ سمجھ کر حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ اس نے مجھے پکارا اور کہا حیران کیوں ہوتے ہو یہ میں ہوں عجیب بات ہے ساری عمر جس ذات کو سجدے کرتے گذری اس کا جلوہ روبرو تھا اور اس کی پکار اس کا اپنی طرف بلانا پھر کھینچنا اور سینے سے لگانا ارے تم کیا جانو مولانا تم تو فتوی دے سکتے ہو ان بے مثل لذتوں سے نا آشنا لوگوں کو یوں دوزخ کی وعیدیں سناتے رہتے ہو جیسے تم دوزخ کی بھرتی کرنے نکلے ہو کاش تم اس جولہ جاناں کی ایک جھلک ایک لمحہ دیکھ پاتے تو دوزخ کا خطرہ کیا جنت کی لذتوں کو بھی فراموش کر بیٹھتے اور جنت میں پہنچ کر سب کچھ پا کر بھی چلاتے کہ مجھے میرا وہ لمحہ لوٹا دو وہ تجلی دکھا دو مجھے وہ کیفیت عطا کر دو جو باہوں میں بھینچ کر دی تھی لاحول ولا قوہ الا باللہ میاں کیا کہہ رہے ہو اور ہوش میں بھی ہو کہ ذات باری کے لئے

ایسی زبان استعمال کرتے ہو ہاں ہاں لگا دو فتوی مجھے کافر کہو گردن زدنی کہو مگر ایک بات یاد رکھ لو جو ذات بے ہمتا موسی علیہ السلام کو شجر میں جلوہ ریز نظر آئی جس نے پکار کر دعوت نظارہ دی جس نے ان کے جسم کے ہر ذرے کو لذت وصل بخشی وہ تجلی اگر مجھے کسی وجود میں نظر آ گئی تو اس میں عجیب کیا ہے صرف یہ کہ میں موسی نہیں تو یہ کمزوری میری جانب ہے وہ ہر کمزوری سے پاک اور ہر چیز پر قادر ہے اس کی باتوں میں وہی دیوانگی تھی جو اس کے چہرے سے عیاں تھی مگر اس کی دلیل میں وزن بھی تھا اور میں حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہا تھا مجھے مزید سننے کی تمنا ہو چلی تھی اچھا یہ بتاؤ وہ کون تھا انسان تھا یا کوئی درخت یا پتھر کیا تھا جس میں تمہیں یہ جلوہ نظر آیا کہنے لگا کبھی آپ نے یہ سنا ہے کہ وہ درخت کون سا تھا اور کیسا تھا جس میں وہ جلوہ نما ہوا تھا ارے مولانا بات درخت کی نہ پوچھو بات اس تجلی کی کرو جو اس میں سے نظر آئی جو اس میں بھی تھی اور اس پر بھی تھی نہیں سیماب مجھے ضرور بتاؤ تو کہنے لگا شکل میں تو انسان تھا لیکن اس کے سائے میں وہ راحت تھی جو کسی دور دراز تپتے ہوئے صحرا کے نخلستان کی گود میں ہوتی ہے اور پھر وہ پتھر بن گیا جو صرف توڑ سکتا ہے یا ٹوٹ سکتا ہے اور بس نہ انسانی وصف باقی رہا نہ نخلستانی خوبی یار یہ پھر فلسفہ میں نے کہا نا کہ مجھے فلسفہ نہیں آتا اچھا تو سنو وہ ایک انسان تھا میرا پرانا شناسا برسوں پہلے سے میرا ملنے والا پھر ایک روز اس کا چہرہ بدل گیا اس میں اس کے علاوہ کوئی اور جھانک رہا تھا جس کا حسن جس کی ضیاء جس کے انوارات چھلکے پڑے تھے اور غضب یہ کیا کہ مجھے بلا کر خود یہ سب دکھلا دیا نہ صرف دکھانے پہ اکتفا کی بلکہ ٹھنڈی میٹھی چھاؤں بخشی ایک رنگ ایک سیلاب نوایک مٹھاس میرے وجود کے ذرے ذرے میں اتار دی اور وہ لمحے صدیوں پر محیط ہو گئے شاید مجھے دو عالم کی خبر نہ رہی شاید میں بہت زیادہ کھو گیا تھا جب ہوش آیا تو تڑپ باقی تھی سوز دروں کروڑوں گنا بڑھ چکا تھا دل چھلنی اور سینہ داغ داغ تھا مگر وہ نخلستان غائب ہو چکا تھا لق و دق صحرا اور میں نہ سایہ نہ پانی نہ ہمدم نہ غمگسار نہ راستہ اور نہ کوئی رہبر بہت تڑپا بہت رویا بہت پکارا مگر وہاں تو کوئی نہ تھا شاید صحرا کی موت بھی جلدی نہیں آتی پیاس سے ہونٹ خشک ہوتے ہیں پھر حلق خشک ہوتا ہے پھر خون گاڑھا ہو کر آہستہ آہستہ رکنے لگتا ہے اور پھر بہت آہستگی سے رویں رویں سے روح نکلنا شروع ہوتی ہے اور یوں بہت اذیت ناک انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے بھلا میری کون سنتا ناچار ایک سمت کو چل پڑا پتہ نہیں کتنا عرصہ چلتا رہا صرف جسم میں سکت نہ رہی اعضا نے ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا پاؤں چلنے سے معذور ہونے لگے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا پکارتے پکارتے زبان سوکھ گئی اب پکارنا بھی محال ہو گیا اور پھر میں لڑکھڑا کر گر پڑا دفعتاً میرے اندر سے آواز آئی میں تو یہاں ہوں تم کہاں پکارتے پھر رہے ہو اور واقعی میں نے دیکھا تو وہی جلوہ وہاں موجود تھا ایک نظارے نے بھوک پیاس بھی مٹھا دی اور نقاہت کا خاتمہ بھی کر دیا مجھے راستہ بھی مل گیا اور صحرا سے آبادی میں آ پہنچا یہ دیکھو اب تمہارے پاس ہوں مجھے اس کی یہ منطق بھی نرالی نظر آئی میں نے کہا یار اپنے پلے کچھ نہیں پڑا تو بولا ارے نادان حلاج کے سینے میں بیٹھ کر نعرہ لگا سکتا ہے تو مجھ پہ کرم کر دے تو تمہیں کیوں سمجھ نہیں آتی اچھا تو اب اناالحق کہنے کا پروگرام ہے نہیں بھائی میرا حوصلہ اتنا کم بھی نہیں جتنا حسین ابن منصور کا تھا اس نے تو اس مقام پر یہی کہا تھا مگر میں تو طور کی تلاش میں ہوں جہاں ہمیشہ ہمیشہ اس کی بات سن سکوں اپنے دل کا حال کہہ سکوں

یہ ضروری تو نہیں کہ وادی سینا میں جانا پڑے جہاں وہ بات کرے اپنا طور تو وہی ہے اور یہی مقصد حیات ہے

پالیا تو بھی کسی اور کے کام کا نہ رہوں گا اور نہ مل سکا تو بھی کسی کام کا نہیں ہوں "موتو! قبل ان تموتوا" (القرآن) کہ موت سے پہلے مر جاؤ اپنا حال ہے تمہیں میری آنکھوں میں وحشت نظر آتی ہے مگر ایسا نہیں ایک تلاش ضرور ہے اور رہے گی کہ یہ آگ لگ تو سکتی ہے بجھا نہیں کرتی تو وہیں واپس جاؤ جہاں یہ دولت نصیب ہوئی تھی کہنے لگا تم ابھی تک میری بات نہیں سمجھے کیا موسیٰ علیہ السلام اس درخت کے واپس گئے تھے؟ ارے میاں درخت پتھر یا انسان یا کوئی بھی ذات اپنی کوئی اہمیت نہیں رکھتی بات تو جلوہ جاناں کی ہے اور اب تو اپنے من میں ہے اور ہم اس کے غلام سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے سجدہ ہو یا قیا سے ہر لحہ اس کی معیت اور اس کا ساتھ نصیب ہے جب چاہتا ہے بات کرنے لگتا ہے تو ہم طور پہ ہوتے ہیں اور جب چپ رہتا ہے تو خاموشی اور بھی لطف دے جاتی ہے اور ہم بند آنکھوں سے دیکھا اکرتے ہیں مجھے اس کی باتوں سے کوفت سی ہونے لگی تھی اور دوسرے بچپن کا ساتھ تھا مجھے خبر تھی کہ اس نے کبھی محبت بھی کی تھی ایک زمانے کی مخالفت مول لی تھی قتل ہو جانے کا اندیشہ سر لیا تھا اور بہت سے طوفانوں سے گذر کر آخر اپنی محبوبہ سے شادی کرنے میں کامیاب رہا تھا یہ بہت ضدی بہت دلیر بہت مضبوط انسان تھا دوستوں کو اس پہ بھروسہ اور دشمنوں کو اس کا خوف رہا کرتا تھا چنانچہ میں نے گفتگو کا رخ ادھر پلٹ دیا کہ تمہارا یہ ڈھونگ میری سمجھ میں نہیں آیا وہ طوفان جو تم نے برپا کئے تھے اور ہمیں بھی مصیبتوں میں ڈالا تھا وہ محبت نہ تھی کہ اب اس منصور سے خود کو بلند سمجھنے کا دعویٰ کر رہے ہو تو عجیب انداز میں مسکرایا جو ہنسی کے قریب تھا آنکھوں میں ایک برق سی لہرا کر خاموش ہو گئی اور پھر سے سنجیدہ ہو گیا مولانا وہ میری ضرورت تھی کیا کہا؟

ضرورت تھی ہاں شاید لوگ ضرورتوں کو محبت کا نام دیتے ہیں ماں باپ سے محبت بیوی سے محبت بچوں سے محبت دوستوں سے محبت دولت سے محبت عہدے سے محبت یہی محبتیں ہیں تمہاری فہرست میں لیکن دیکھتے نہیں کہ جب ماں باپ سے کچھ ملنے کی امید نہ ہو تو محبت ختم ہو جاتی ہے اولاد کما کر نہ لائے تو محبت کہاں جاتی ہے بیوی بے وفائی کر بیٹھے تو محبت کا کیا ہوتا ہے ارے مولانا یہ سب ضرورتیں ہیں ہماری مجبوریاں ہیں ان کے بغیر گذارہ مشکل یا بعض صورتوں میں یہ لالچ ہوتا ہے کہ اس انسان یا اس چیز کے سہارے مجھے بہت راحت ملے گی تو اس کے حصول کی کوشش کو محبت کا نام دے دیا جاتا ہے یہ تو دنیا ہے لوگ تو اللہ سے دین سے اپنی غرض اور ضرورت کے لئے محبت کرتے ہیں اگر غرض پوری نہ ہو تو جذبات بدل جاتے ہیں آپ کس محبت کی بات کرتے ہیں اور آپ کو خبر کیا ہے جناب محبت سمجھنے سمجھانے کی بات نہیں ہم بھی عمر بھر یہی سمجھا کئے جو آپ نے سمجھا مگر اب پتہ چلا کہ دل کی بستی عجیب بستی ہے

یہ لوٹنے والے کو ترستی ہے

اب کچھ بھی تو لینے کی تمنا نہیں رہی صرف اور صرف اس سے روبرو چاہتا ہوں اور بس یہ نام یہ شہرت یہ دولت یہ جان مجھے کچھ نہیں چاہئے سب کچھ چھن جائے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر وہ تجلی وہ لطف کلام اور جمال میں نہیں چھوڑ سکتا مولانا میں ہوش میں ہوں میں ہوش میں رہوں گا میں کام کروں گا میں بات کروں میں زندگی عام لوگوں کے ساتھ عام حالت میں گزار دوں گا میں کبھی حوصلہ ہار کر نعرہ نہ لگانے کا عہد کر چکا ہوں مگر یہ سب کچھ میرا وجود کرتا رہے گا میرے بغیر مجھے تو نگاہ ہٹانے کی فرصت ہی نہیں اچھا تمہارا بہت وقت لے لیا

کبھی پھر ملاقات کو حاضر ہوں گا

اللہ حافظ

اور میں خاموش اسے جاتا دیکھتا رہا حتی کہ جب مجھے احساس ہوا تو بہت دیر ہو چکی تھی مجھے پھر سے اس کے گھر کا خیال آیا میں سیدھا بھابی کے پاس پہنچا بچوں سے ملا حال پوچھا تو ان کی باتیں یہی بتاتی تھیں کہ سیماب سچ کہہ رہا تھا وہ ان سے اب بھی محبت کرتا تھا انہیں اب بھی کسی شے کی تنگی نہ تھی وہ ان کے ساتھ رہتا تھا مگر ان کا خیال تھا کہ بہت کچھ بدل چکا ہے کیا تبدیلی آئی ہے تو کہا

پتہ نہیں بلت کا انداز وہی پیار و محبت وہی ساری نعمتیں وہی ہیں لیکن شاید سیماب وہ نہیں اس میں کیا بدلا ہے پتہ نہیں شاید میں بھی کبھی سمجھ سکوں کبھی جان سکوں کہ میرے اس دوست کو کس کی نظر لگی

واہ کیا بھلا آدمی تھا اور کس اذیت سے دوچار ہے کاش میں اس کے کسی کام آ سکتا مگر نہیں میں تو اس کی بلت سمجھ نہیں پایا میں جسے اذیت کہہ رہا ہوں وہ اسے راحت کہتا ہے کیا یہ عجیب بلت نہیں

ہاں کبھی پھر سے ملا تو شاید بلت آگے بڑھانے سے کوئی سرا ہاتھ آجائے

۷۹۷۔ کوچہ فضل حق صدر راولپنڈی
۹۰۔۳۰۷

قبلہ محترم

سلامت ورحمت

حضور ربع صدی گذرتی ہے میں نے ایک خواب دیکھا اور اپنے معمول کے مطابق اپنی ڈائری میں لکھ لیا وہو ہذا ۱۱ رمضان المبارک ۲۷ جنوری ۱۹۶۴ء رات ذکر و شغل کے بعد لیٹا تو گہری غنودگی طاری ہو گئی دیکھا کہ بیٹھک والے کمرے میں دیوار کے ساتھ میز لگا ہے دائیں جانب میرے شیخ حضرت سید اعجاز علی نظامی نیازی رحمتہ اللہ علیہ کرسی پر تشریف رکھتے ہیں ان کے برابر والی کرسی پر ایک صاحب کھلتا ہوا قد سر سے ننگے سفید قمیض اور سفید شلوار میں ملبوس ہیں کوئی فرمان لکھ رہے ہیں میں کارنس پر سے ایک مہر اٹھا کر انہیں پیش کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمتہ کی مہر ہے ہ انتہائی محبت اور شفقت سے مجھے [illegible]

اور مہر لے کر رکھ لیتے ہیں خواب آگے بھی چلا مگر میں بھول رہا ہوں جتنا حصہ یاد رہا لکھ دیا جس رات میں کرنل علی احمد صاحب کے ساتھ دار العرفان پہنچا آپ اپنے آفس روم میں قالین پر لیٹے تھے تو آپ کو دیکھتے ہی خواب کا منظر تصور میں گھوم گیا یہ میں کسی مبالغہ اور امکان غلطی کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ ربع صدی پہلے خواب میں جن صاحب کو میں نے مہر دی تھی وہ یقیناً آپ تھے۔

اب اتنا عرصہ گذرنے کے بعد خواب کی تعبیر بھی آپ ہی بتائیں اور خواب کا جو حصہ میں بھول گیا تھا وہ بھی ارشاد فرمائیں کہ کیا تھا مجھے خط کا شدت سے انتظار رہے گا امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے

والسلام مع الاکرام

ناچیز

عزیز ملک

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ

ملک صاحب

آپ کا خواب پڑھا دراصل جو حصہ اس کا حاصل تھا وہ آپ کو یاد رہ گیا اور زائد جو یاد نہیں رہا وہ ضروری بھی نہ تھا اسی کا تکملہ تھا تعبیر یہ ہے کہ میں اگرچہ ایک عام اور خطاکار سا انسان ہوں مگر دور حاضر میں چونکہ سلاسل تصوف کی سربراہی نسبت اویسیہ کو نصیب ہے اور یہ ہمیشہ ہوتا ہے کہ اگر یہ نسبت ظہور کرے تو سب پر چھا جاتی ہے یا پھر زیر زمین چلی جاتی ہے تو آجکل اس کا ظہور بھی ہے اور ہمیشہ سے بہت زیادہ شدت سے ہے لہٰذا تمام سلاسل پر ریاست اسی نسبت کو حاصل ہے تو فقیر چونکہ اس نسبت کا خادم ہے لہٰذا اس دور میں یہ دولت بندہ کو نصیب ہے یہ اللہ کریم کا احسان ہے فخر کی بات نہیں آپ کا مہر پکڑنا میرے کام میں آپ کے دلی تعاون کی دلیل ہے

آپ کا مضمون بہت اچھا تھا ایڈیٹر کو روانہ کر دیا ہے امید آپ ایسے جواہر لٹاتے رہا کریں گے خواب کی احباب حلقہ کے لئے افادیت کے پیش نظر المرشد کو بھیج رہا ہوں امید ہے آپ خفا نہ ہوں گے

والسلام

دعاگو فقیر